توہین رسالت کی سزا موت

(تاریخ۔مذاہب اور قوانین اقوام کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ)

چوتھی اور آخری قسط

تحریر: عرفان خالد ڈھلوں۔ لیکچرار گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور

عالم اسلام کے خلاف مغرب کا رویہ

عالم اسلام کے خلاف مغرب کے رویہ میں یہ بات نمایاں نظر آتی ہے کہ وہاں ہر اس شخص کی خوب پذیرائی کی جاتی ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کرے۔ اسلامی عقائد و شعائر اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس پر حملے کرے۔ ایسے شخص کو مغرب "پناہ" دیتا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لکھی گئی اس کی تحریروں کو ادب کے عظیم شاہپارے قرار دیا جاتا ہے۔ احتجاج کرنے پر مسلمانوں کو آزادی اظہار رائے اور آزادی تحریر کے دشمن گردانا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف عالمی ذرائع ابلاغ سے پراپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ وہ تنقید برداشت نہیں کرسکتے۔ اپنے دین اور پیغمبر ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ میں مسلمانوں کے احتجاج اور رد عمل کو عالم مغرب "فکروسوچ" کیلئے ایک "خوف" سمجھتا ہے۔ اور اس کے نزدیک مسلمانوں کے اس احتجاج سے مغرب کے "دانشوروں" کے افکار کی زندگی کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

مثلاً ملعون سلمان رشدی جو ایک مسلمان ہندوستانی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور برطانوی شہریت کا حامل ہے۔ اس نے اپنی کتاب "شیطانی آیات" (Stanic verses) لکھی۔ جس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات پر رکیک حملے کیے گئے ہیں اور گستاخانہ انداز تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ جب عالم اسلام نے سلمان رشدی کی اس گستاخی پر عالمی سطح پر احتجاج کیا تو لندن میں مصنفین، پبلیشرز اور انسانی حقوق کے نمائندوں نے سلمان رشدی کے دفاع میں ایک بین الاقوامی کمیٹی تشکیل دی۔ ۲۲ فروری ۱۹۸۹ء کے "انڈیپنڈنٹ" میں اس کمیٹی کے ترجمان کا بیان شائع ہوا جس

میں کہا گیا کہ وہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے درخواست کریں گے کہ سلمان رشدی اور اس کتاب کے پبلیشر کے تحفظ کیلئے اقدمات کیے جائیں۔

یہودی جریدہ "ٹائم" نے اپنی ۱۳ فروری ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں "شیطانی آیات" نامی کتاب کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کو مسترد کرتے ہوئے لکھا کہ اس ناول میں کوئی بات بھی قابل اعتراض یا ضرررساں نہیں ہے۔ برطانیہ کے وزیرخارجہ ڈگلس ہرڈ نے کہا کہ انہوں نے خود یہ کتاب پڑھی ہے اور کافی دلچسپ ہے۔ (۵۸۷)سلمان رشدی کو پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کرنے پر مغرب اور امریکہ سے اتنی شاباش ملی کہ برطانیہ اور امریکہ کے حکمرانوں نے اپنے درباروں میں اسے خصوصی ملاقات کا اعزاز بخشا۔ ایران کے امام خمینی کی طرف سے سلمان رشدی کے خلاف سزائے موت کا فتوی جاری ہونے کے بعد وہ اپنی زندگی کی بھیک عالم مغرب سے مانگتا پھررہا تھا۔ اس سلسلے میں وہ وائٹ ہاؤس میں امریکی وزیرخارجہ کرسٹوف سے ملاقات کا منتظر تھا کہ صدر کلنٹن نے ازخود اس سے ملاقات کی اور امام خمینی کے فتوی کے خلاف رشدی کی درخواست کو بڑے غور سے سنا(۵۸۸)۔ برطانیہ کے اس وقت کے وزیرِاعظم جان میجر نے بھی رشدی ملعون کو ملاقات کیلئے وقت دیا۔ جرمنی کے وزیرخارجہ کنکل نے رشدی سے بون میں ملاقات کی اور اسے جرمنی کی طرف سے حمایت اور امداد کا یقین دلایا۔ اس سے ملاقات کے بعد جرمن پارلیمنٹ "بندس ٹاگ" میں انسانی حقوق پر تقریر کرتے ہوئے کنکل نے مطالبہ کیا کہ رشدی کے خلاف قتل کا فتوی واپس لیاجائے(۵۸۹)

امریکہ کے میسی چوسس یونیورسٹی نے سلمان رشدی کو اس کی "خدمات" کے اعتراف میں اعزازی پروفیسر کی ڈگری عطا کی(۵۹۰) سلمان رشدی "سٹانک ورسز" لکھنے سے قبل بھی مصنف تھا لیکن مغرب والوں کو اس کی صلاحیتوں کا علم اس کتاب کے لکھنے پر ہوا۔ جس پر مغرب کے دانشوروں نے اسے مصنفین کی بین الاقوامی پارلیمنٹ (International Writers Parliament) کا پہلاصدر چنا(۵۹۱)

یورپی ممالک برطانیہ، جرمنی اور امریکہ وغیرہ سلمان رشدی کی حفاظت پر لاکھوں ڈالر خرچ کررہے ہیں اور اس کے تحفظ میں غیر معمولی دلچسپی لے رہے ہیں۔ کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے مذہب کی توہین پر خوش ہوں اور ایسا کرنے

والے گستاخ کے محافظ بن جائیں۔ برطانیہ اپنے ایک شہری کے تحفظ کیلئے تو اقدامات کرتا ہے لیکن اسے برطانوی مسلمان شہریوں کے مذہبی جذبات مجروح ہونے کی کوئی فکر نہیں۔ ایک شخص کے حق اظہار رائے کو تمام قانونی اور حکومتی تحفظات دیئے جاتے ہیں لیکن اس حق کے غلط استعمال سے معاشرے میں پیدا ہونے والے نقص امن عامہ کی اہل مغرب کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ آخر مغربی حکومتوں کو سلمان رشدی سے اتنی غیر معمولی دلچسپی کیوں ہے۔ اس کا ایک جواب پیرس سے شائع ہونے والے فرانسیسی رسالے "پیرائج" کے حوالے سے روزنامہ نوائے وقت کی ۱۳ جنوری ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں شائع ہونے والی ایک خبر میں ملتا ہے۔ پیرائج نے انکشاف کیا کہ سلمان رشدی برطانیہ کا جاسوس ہے اس نے اپنی کتاب شیطانی آیات برطانوی جاسوسی ادارے کے حکم پر لکھی۔ رسالہ مزید لکھتا ہے کہ برطانیہ رشدی کی حفاظت پر سالانہ تیس لاکھ فرانک خرچ کرتا ہے۔ رسالے نے سوال اٹھایا ہے کہ انگریز قوم بڑی کنجوس ہے۔ جہاں اسے فائدہ نہ ہو وہ ایک فرانک بھی خرچ نہیں کرتی۔ اس لئے اگر رشدی برطانیہ کے مفادات کی خدمت نہیں کرتا تو پھر اس پر اتنی رقم خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسی طرح بنگلہ دیش کی ایک عورت تسلیمہ نسرین نے اپنے ناول "لجا" میں اسلام کا مذاق اڑایا تھا۔ لندن کے میگزین امپیکٹ(Impact) کی رپورٹ کے مطابق تسلیمہ نسرین بنگلہ دیش میں آزاد جنسی تعلقات کی مبلغہ تھی۔ بنگلہ دیش کے عوام کے زبردست احتجاج اور مظاہروں کے نتیجے میں وہ ملک سے فرار ہوگئی۔ آخری معلومات کے مطابق وہ ان دنوں سویڈن میں ہے(۵۹۲) یورپی ممالک کی تنظیم یورپین یونین کے ترجمان نے تسلیمہ کو پیش کش کی تھی کہ وہ یورپین یونین سے تعلق رکھنے والے کسی بھی ملک میں آنا چاہے تو اس کا خیر مقدم کیاجائے گا۔ یورپین یونین نے مطالبہ کیا تھا کہ تسلیمہ نسرین کو موت کی دھمکی سے تحفظ دلایاجائے(۵۹۳) ریڈیوماسکو نے اس عورت کو ایک بہادر مصنفہ قراردیا(۵۹۴) دین اسلام کا مذاق اڑانے اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی تسلیمہ نسرین کو فرانس میں "Edict of Nents Prize" نامی ایوارڈدیا۔ جس کی مالیت 100,000 فرانک یعنی بیس ہزار امریکی ڈالر تھی(۵۹۵)سویڈن میں اسے 34,000 مارک(تقریباً انیس ہزارڈالر) کا خصوصی ادبی انعام دیا گیا(۵۹۶) اس کے علاوہ تسلیمہ نسرین

کو اس کے ناول "لجا" (شرم) پر سویڈن کی حکومت نے چار ہزار ڈالر مالیت کا ایک خصوصی ایوارڈ دیا گیا (۵۹۷) یورپی پارلیمنٹ کی طرف سے تسلیمہ کو پندرہ ہزار ڈالر مالیت کا زخاروف ایوارڈ دیا گیا (۵۹۸) اس سے قبل یہ ایوارڈ جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا اور نوبل انعام یافتہ برمی خاتون سیاستدان آنگ سوچی کو دیا گیا ہے۔ یورپی پارلیمنٹ نے تسلیمہ نسرین کو یہ ایوارڈ اسلامی معاشرے میں بنیاد پرستی کے خلاف جدوجہد پر دیا تھا۔

سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے ساتھ مغرب کی فیاضانہ مہربانی جیسی مثالیں عالم اسلام کے بارے میں مغرب کی سوچ اور رویہ کو ظاہر کرتی ہیں کہ عالم مغرب نے اسلام اور عالم اسلام کے خلاف کیا کیا منصوبہ بندی کر رکھی ہے۔ اور اس پر وہ کس طرح عمل پیرا ہے۔ اسلام اور عالم اسلام کے ساتھ عالم مغرب کے اس افسوس ناک رویہ کے برعکس عالم اسلام نے کبھی بھی مسیحیوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مغرب جیسا طرز عمل نہیں اپنایا۔ مسیحیوں یا حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کے مرتکب کو عالم اسلام نے کبھی اپنے ہاں پناہ نہیں دی۔ اسے خصوصی انعام اور ادبی ایوارڈ نہیں دئیے۔ اسے فکر اور خیالات کا ہیرو نہیں بنایا۔ اور نہ مسلمان ایسا کر سکتے ہیں۔ مسلمان تو یہودیوں کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مسیحیوں کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیغمبر سمجھتے ہیں اور یہودیوں اور مسیحیوں سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبرانہ قدرو منزلت دیتے ہیں۔ مسلمان تو اللہ کے ان تمام پیغمبروں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

اس کے برعکس اسلام، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کے گستاخ مغرب کے "معزز مہمان" بنتے ہیں حالانکہ ان کے میزبانوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جو شخص اپنے مذہب کی توہین کرنے سے باز نہیں آیا اسے کسی دوسرے کے مذہب کی گستاخی کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہو گی۔

مغرب جہاں گستاخان اسلام اور گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ گاہ ہے وہیں مغرب ہی میں بڑے منظم انداز سے اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے کے مختلف انداز اختیار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً فرانس میں ایک مرتبہ قرآنی آیات والی پتلونیں فروخت کیلئے مارکیٹ میں سپلائی کر دی گئیں۔ اس بات کا انکشاف ۲۰ اکتوبر ۸۶ء میں کراچی ایئرپورٹ پر پیرس جانے والی فرانسیسی عورت نے اس وقت کیا جب کسٹم حکام نے اسے ایسی ہی پتلون پہنے دیکھ کر روک

لیا اور اسے پتلون تبدیل کرنے کو کہا جس پر اس عورت نے معذرت کرتے ہوئے پتلون تبدیل کرلی اور بتایا کہ پیرس میں ایسی پتلونوں کی فروخت عام ہے(۵۹۹) پیرس کے ایک میگزین الیگنس کی دسمبر ۹۱ء کی اشاعت میں ایک ماڈل لڑکی کی تصویر شائع ہوئی جس نے ایسا لباس زیب تن کررکھا تھا جس پر اللہ اور لاالہ الااللہ لکھا تھا(۶۰۰) برطانیہ کے شہر لیسٹر میں ایک دوکان پر ایسے جوتے برائے فروخت موجود تھے جن پر کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ بی بی سی کے مطابق یہ جوتے اٹلی کی ایک فرم سے منگوائے گئے تھے۔(۶۰۱)

مشہور امریکی یہودی میگزین "Time" کی جولائی ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں ایک ماڈل گرل کی تصویر شائع ہوئی جس نے ایسا لباس پہن رکھا تھا جس پر قرآن مجید کی آیات کڑھی ہوئی تھیں(۶۰۲)

اس طرح مسلمانوں کو دنیا بھر میں بنیاد پرست اور دہشت گرد امن عالم کا دشمن ثابت کرنا دوسرے اسلامی ممالک میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے فحاشی وعریانی کو فروغ دیکر مسلمانان عالم کے ایمانی، روحانی، اخلاقی اور جہادی جذبات کو کمزور کرنا بھی مغرب نے اپنا مطمۂ نظر قرار دے رکھا ہے۔ جس پر بڑے منظم انداز میں عمل کیا جارہا ہے۔ یہاں اگر تفصیل کی گنجائش ہوتی تو ہم مغرب کے مکروہ عزائم کا پردہ چاک کرتے۔(تفصیل کیلئے دیکھئے حوالہ نمبر ۶۰۳تا۶۱۶)

پاکستان میں قانون توہین رسالت

قیام پاکستان سے قبل موجودہ پاکستان اور بھارت کے علاقے انڈیا کہلاتے تھے۔ انڈیا پر انگریز راج تھا۔ انڈین پینل کوڈ(Indian Penal Code) یعنی ضابطۂ تعزیرات کو(Act XLV 1860) کے ذریعے نافذ کیا گیا تھا۔ اس ایکٹ کو پہلے انڈین لاء کمشن نے تیار کیا تھا۔ اس کمشن نے لارڈ میکاولی(Lord Macauly) کی سربراہی میں کام کیا۔ اس کے دیگر دو ممبران میکلوڈ انیڈرسن(Mc;eod Enderon) اور ملٹ(Millet) تھے(۶۱۳)

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بننے کے بعد انڈین پینل کوڈ ۱۸۶۰ء کو ہی The Adaptation of Centrol Acts an dOrdinanecs Order 1949) کے تحت پاکستان کے ضابطۂ تعزیرات کے طور پر اختیار کرلیا گیا۔ اس کوڈ کا باب XV

XVمذہب سے متعلق جرائم (Of Offences relating to religion) کے بارے میں ہے۔ اس باب کی دفعہ ۲۹۵ کے تحت ایسے شخص کو زیادہ سے زیادہ دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی جو کسی عبادت گاہ یا افراد کے کسی گروہ کی طرف سے مقدس قرار دی گئی کسی چیز کو اس ارادے کے ساتھ تباہ کرتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے یا اس کی بے حرمتی کرتا ہے کہ اس سے افراد کے کسی گروہ کے مذہب کی توہین ہو یا وہ اس علم کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ افراد کا کوئی گروہ اسے اپنے مذہب کی توہین سمجھے گا۔

پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵ کے الفاظ یہ ہیں:

Sec.295

Whoever destroys , damages or defiles any place of worship , or any object held saered by any class of persons with the intention of thereby insulting the religion of any class of persons or with the Knowledge that any class of persons is likely to consider such destruction, demage or defilement as an insult to their religion, shall be punished with imprisonment of either descirption for a term which may extend to two years, or with fine, or with both.(614)

۱۹۲۷ء میں

The criminal Law Amandment Act xx v of 1927, 1927 کے تحت انڈین پینل کوڈ ۱۸۶۰ء میں ایک نئی دفعہ 295-A کا اضافہ کیا گیا۔ جس میں یہ کہا گیا کہ اگر کوئی شخص دیدہ دانستہ اور بغض پر مبنی ارادہ کے تحت تحریر، تقریر یا کسی کھلے فعل سے کسی طبقۂ افراد کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لئے اس طبقہ افراد کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے یا توہین کرنے کی کوشش کرے تو اسے دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

پاکستان کے ضابطۂ تعزیرات میں دفعہ295-A کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

Sec 295-A

^Whoever , with deliberate and malicious intention of outraging the religious feelings of an class of the citizens

of Pakistan , by words either spoken or written , or by visible representations insults or attempts to insult the religion or the religious beliefs of that class, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to two years, or with fine , or with both (615).

انڈین پینل کوڈ میں دفعہ 295-A کے اضافہ کا سبب ایک مشہور اور بدنام زمانہ مقدمہ "رنگیلا رسول" کیس تھا جس کا فیصلہ لاہور ہائی کورٹ میں ہوا تھا۔

"رنگیلا رسول" نامی کتاب کو ۱۹۲۴ء میں ہسپتال روڈ لاہور کے ایک ہندو راجپال نے شائع کیا تھا۔ ہسپتال روڈ پر انار کلی بازار میں پان گلی کے قریب "راجپال اینڈ سنز" کے نام سے اس کی کتابوں کی دوکان تھی۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر انڈیا کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔

مسلمانوں نے مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں راجپال کے خلاف فوجداری مقدمہ دائر کیا۔ انگریز مجسٹریٹ درجہ اول مسٹر سی۔ ایچ۔ ڈزنی نے ۱۹۲۴ء میں راجپال کو چھ ماہ قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی۔

راجپال نے اس فیصلہ کے خلاف سیشن کورٹ میں اپیل کی۔ کرنل ایف بی نکولس نے مجسٹریٹ درجہ اول کی طرف سے راجپال کو دی جانے والی سزائیں تخفیف کردی۔ اس کے بعد راجپال نے سیشن کورٹ کے فیصلے کے خلاف نگرانی کی درخواست دائر کردی۔ جہاں جج کنور دلیپ سنگھ نے راجپال کو بری کردیا اور جج نے اپنے فیصلے میں لکھا:

... that scetion 153-A was not meant to stop polemics against a deceased religious leader however scurrilious and in bad taste such attack may be (616)

دفعہ 153-A کا مقصد فوت شدہ مذہبی رہنما کے خلاف تنازعات کو روکنا نہیں ہے۔ خواہ ایسے رہنما پر کتنا ہی فحش اور برا حملہ کیا گیا۔ جسٹس دلیپ سنگھ نے یہ بھی لکھا کہ اس دفعہ کا مقصد مخصوص طبقہ سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کا تحفظ ہے۔ کسی فوت شدہ لیڈر کو توہین سے تحفظ دلانے کیلئے یہ دفعہ نہیں بنائی گئی۔ لہذا دلیپ سنگھ نے یہ فیصلہ دے کر راجپال کو بری کردیا کہ کتاب "رنگیلا رسول" کی عبارتیں کیسی ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہوں بہر حال وہ کسی

قانون کی خلاف ورزی نہیں کر رہیں۔

انڈین پینل کوڈ آف ۱۸۶۰ء کی دفعہ 153-A میں مذہب، نسل، جائے پیدائش، زبان، ذات، جماعت، یا کسی اور بنیاد پر مختلف مذاہب، نسل، زبان، یا علاقہ کے گروہوں یا ذاتوں یا جماعت کے درمیان دشمنی نفرت یا بدخواہی کو فروغ دینا یا، فروغ دینے کا اقدام کرنا اور ایسے فعل کا ارتکاب کرنا یا دوسروں کو ایسے فعل کے ارتکاب پر اکسانا جو مختلف مذاہب یا نسل کے لوگوں یا مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان ہم آہنگی برقرار رکھنے کے منافی ہو یا جو امن عامہ میں خلل ڈالے یا خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو، کو جرم قرار دیا گیا۔

قبل از تقسیم دفعہ 153-A میں درج اقدامات کو مذہب پر حملہ تصور کیا جاتا تھا۔

لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ کے صدر جسٹس براڈوے تھے۔[۹] اس بینچ نے کنور دلیپ سنگھ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا کہ دفعہ 153-A ایسے لٹریچر پر حاوی ہے جو فرقہ وارانہ فساد پھیلائے یا مذہبی دلازاری کا باعث بنے۔(۶۱۷)

"رنگیلا رسول کیس" کے بعد ایک اور مقدمہ" رسالہ ورتمان کیس" (Risala-i-virtman case) مشہور ہوا۔ اس کا فیصلہ بھی ۱۹۲۷ء میں ہوا اس مقدمہ (Devi sham shasma v.king Emperor) میں عدالت نے" رنگیلا رسول" کیس میں جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلے کے برعکس دفعہ 153-A کے بارے میں قرار دیا:

... that a scurrilious , vituperative and foul attack on a religion or on its founder would come within the perview of section 153-A (617)

کسی مذہب یا اس کے بانی سے فحش کلامی، سب و شتم اور گھناؤنہ حملہ دفعہ 153-A کی زد میں آئے گا۔

اسی زمانہ میں ایک اور کتاب لکھی گئی جس کا نام "وچترا جیوان" (Vichitra Jiwan) تھا اس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس میں ہندو مصنف نے سخت توہین آمیز انداز تحریر اختیار کیا تھا۔

یہ مقدمہ (Kali charan Sharma v.King Emperor) ہائی کورٹ میں پیش ہوا اور اس کتاب کے مندرجات کے بارے میں عدالت نے لکھا:

... that the book entiled Vichitra Jiwan depicting the life of the prophet Mohammad promoted feelings of enmity between Hindu and Muhammadans (619)

"وچترا جیوان" نامی کتاب میں پیغمبر محمد (ﷺ) کی زندگی کی جو تصویر کشی کی گئی ہے اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دشمنی کو ہوا ملی ہے۔

اس مقدمہ "کالی چرن شرما) کے فیصلہ میں جسٹس دلال (Dalal) نے لکھا کہ میں اس معاملہ کو ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج کے طور پر نہیں بلکہ انڈیا کے کسی قصبہ میں رہنے والے عام آدمی کے طور پر لوں گا۔ میں خود کو اس مسلمان کے مقام پر رکھوں گا جو اپنے پیغمبر کی عزت کرتا ہے اور پھر میں دیکھوں گا کہ اس ہندو مصنف کے بارے میں میرے کیا جذبات ہیں جو پیغمبر کا تمسخر اڑاتا ہے۔ اس سطح پر ایک عام آدمی کی مانند میں مصنف سے نفرت کی بنا پر اس طبقے سے بھی نفرت کروں گا جس سے یہ مصنف تعلق رکھتا ہے (۶۲۰)

۱۹۲۷ء میں قائم کی جانے والی ایک کمیٹی ((The Select Committee جس کی رپورٹ گزٹ آف انڈیا (Gazette of india , dated 17th septembeer 1927,part, v,p.251) میں شائع ہوئی، نے اپنی رپورٹ میں نئی دفعہ 295-A کے بارے میں لکھا کہ یہ ضروری نہیں کہ بانیٔ مذہب کی توہین مذہب کی توھین ہو اگرچہ بانیٔ مذہب کی توہین سے اس مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہوں۔ کمیٹی نے رائے دی کہ نئی دفعہ کا اطلاق صرف ان معاملات میں ہوگا جہاں دانستہ طور پر مذہب کی توہین کی گئی ہو تاکہ اس کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں۔ رپورٹ کے الفاظ ہیں:

It has in one instance been held that an insult to the founder of a religion is not necessarily an insult to the religion although it may outrage the religious feelings of the followers of that religion , We have therefore provided that the new section shall only apply to cases where a religion is insulted with the deliberate intention of outraging the religious feelings of its followers (621)

سلیکٹ کمیٹی کی مندرجہ بالا رپورٹ نے یہ واضح کردیا کہ انڈین پینل کوڈ میں شامل کی

جانے والی نئی دفعہ 295-A کا اطلاق صرف اس صورت میں ہوگا جب کسی مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کیلئے دانستہ طور پر اس مذہب کی توہین کی جائے - یہ نئی دفعہ مذہب کے بانی کو کوئی قانونی تحفظ فراہم نہیں کرتی- اور نہ ہی کسی مذہب کے بانی قائد کی توہین کو جرم قرار دیتی ہے-

یہی وجہ تھی کہ "رنگیلارسول" نامی کتاب جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات مطہرہ اقدس کے بارے میں نہایت قابل اعتراض مواد تحریر تھا- اس کی اشاعت کرنے پر راجپال کو توہین مذہب کا مجرم نہ گردانتے ہوئے بری کردیا گیا- راجپال کی بریت کا فیصلہ انگریزی عدالت کے ہندو اور عیسائی ججوں کی طرف سے تو کردیا گیا لیکن انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور نے راجپال کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دے دیا (۶۲۲)

۲۴-اکتوبر ۱۹۲ ۱ء کو صبح کے وقت راجپال اپنی دکان پر تھا کہ لاہور کے ایک شخص خدا بخش اکوجھا نے تیز دھار چاقوں سے اس پر حملہ کردیا- اسے چار زخم آئے لیکن وہ مرنے سے بچ رہا-

۹-اکتوبر ۱۹۲ ۱ء کو عبدالعزیز نامی ایک مسلمان نے راجپال کی دکان پر بیٹھے ستیانند نامی شخص کو راجپال سمجھ کر اس پر حملہ کیا- ستیانند اسلام کے خلاف گفتگو کررہا تھا- عبدالعزیز نے اسے توہین اسلام سے منع کیا- اس کے باز نہ آنے پر عبدالعزیز نے اس پر حملہ کردیا جس سے ستیانند زخمی ہوگیا-

ایک روز راجپال کار میں سوار ہوکر اپنے دفتر آیا- لاہور کے علم دین نے چھری سے اس پر حملہ کردیا- وار اتنا کاری تھا کہ راجپال کے منہ سے صرف ہائے کی آواز نکلی اور وہ واصل جہنم ہوا- علم دین کو لوگوں نے پکڑلیا- ۲۲- مئی ۱۹۲۹ء کو اس کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا- ۱۷- جولائی ۱۹۲۹ء کو لاہور ہائی کورٹ نے سزائے موت کی توثیق کی اور ۳۱- اکتوبر ۱۹۲۹ء کو میانوالی جیل میں علم دین کو پھانسی دے دی گئی (۶۲۳) یہ علم دین آج غازی علم دین شہید کے نام سے مشہور اور میانی قبرستان لاہور میں محو استراحت (مدفون) ہیں- اس عاشق رسول ﷺ کا نام قیامت تک زندہ رہے گا-

لہذا قبل از تقسیم ہند کے قانون میں صرف مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا گیا تھا اور وہ بھی اس صورت میں جب یہ اقدام دانستہ اور معاندانہ نیت سے کسی مذہب کے افراد

کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کیلئے کیا گیا ہو۔ اس وقت کا قانون مذہب کے بانی کو توہین آمیز اقدامات کے خلاف کوئی قانونی تحفظ فراہم نہیں کرتا۔

۱۹۴۱ء میں اودھ کی ہائی کورٹ میں "شبشرما"(Shib Sharma v. Eperor) نامی مقدمہ کا فیصلہ کیا گیا۔ ہندو مصنف نے پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ایک کتاب لکھی اس میں پیغمبر ﷺ کے متعلق جو کچھ لکھا اس کے اقتباسات مسلمانوں کی مذہبی کتب سے لئے گئے تھے لیکن ان اقتباسات کو سیاق سباق سے ہٹا کر اس انداز سے پیش کیا گیا جس سے نبی اکرم ﷺ کی توہین ہوتی تھی۔ اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے اودھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھامس(Thomas) نے لکھا:

Section 153-A applied where author collects a number of passages from Muslim books which amy be perfectly right and harmless in their proper setting , but which , when disconnected or detached, seen scurrilous , indecent and highly objectionable (624)

دفعہ 153-A کا اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں مصنف مسلمانوں کی کتابوں سے ایسی بہت سی عبارتوں کے ٹکڑے لیتا ہے جو اپنی مناسب جگہوں میں مکمل طور پر درست اور بے ضرر ہوں لیکن جب عبارتوں کے ان ٹکڑوں کو وہاں سے علیحدہ کیا جائے تو وہ گالی گلوچ، نامناسب اور انتہائی قابل اعتراض نظر آئیں۔

۱۴۔اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بننے کے بعد انڈین پینل کوڈ ۱۸۶۰ء کو ہی پاکستان پینل کوڈ کے طور پر اختیار کرلیا گیا تھا۔ لہذا پاکستان بننے کے بعد بھی توہین مذہب کا قانون کافی عرصہ تک پہلے والا ہی رہا۔ یعنی مذہب کی توہین پر محض دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں نافذ تھیں۔ فوت شدہ مذہبی بانی اور لیڈر کی توہین پر کوئی سزا نافذ نہ تھی۔ مذہب اور پیغمبر کے خلاف لکھا جانے والا مواد ضبط کرلینے کا حکم تھا۔

توہین مذہب ورسالت کے متعلق پاکستان کے قانون میں کیا کیا ارتقائی مراحل طے ہوئے، ذیل میں اس کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی عدالتوں کے مشہور فیصلوں کی روشنی میں پاکستان کے قانون توہین مذہب ورسالت کے منشاومزاج کی وضاحت کی جائے گی۔ عدالتی فیصلے قانون کو سمجھنے کیلئے نہایت اہم ہوتے ہیں۔ پاکستان

میں انگریزی نظام قانون ہے جس میں ججوں کے فیصلوں کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ یہ فیصلے قانون کی تشریح کرتے ہیں۔ انگریزی قانون میں ججوں کو قانون کے پادری کہا گیا ہے۔

The Judiciary are the priests of the law (625)

اور عدالتی نظائر کو عدالتی نظام کی زندگی کیلئے خون(Life blood of legal system) قرار دیا گیا ہے(۶۲۶)

عدالتوں کے جج نہ صرف قانون کی تشریح کرتے ہیں بلکہ بقول بینتھم (Bentham) وہ قانون بناتے بھی ہیں۔

It is the judges who make the common law(627)

چند مشہور عدالتی فیصلوں کی تلخیص

تلخیص فیصلہ ۔۔۔۔۔ لاہور ہائی کورٹ

PLD 1954 Lah 724.)

In the mather of the book (Jesus in Heaven on Earth) and in the matter of the petition of the working Muslim Mission and literary Trust, lalore and of the civil and Military Gazette limtied Lahore- Petitioner Versus the crown Respondent

یہ مقدمہ چیف جسٹس کیانی، جسٹس شبیر احمد اور جسٹس ایم اے صوفی پر مشتمل بینچ کے سامنے پیش ہوا۔ اس کا فیصلہ چیف جسٹس کیانی نے لکھا۔

خواجہ نذیر احمد ایڈووکیٹ جو احمدیہ لاہور شاخ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے ہائی کورٹ میں درخواست دی کہ حکومت پاکستان کی جانب سے اس کی کتاب "Jesus in Heaven on Earth" پر پابندی لگادی گئی ہے اور اسے ضبط کرلیا گیا ہے۔ ضبطی کے اس حکم کو ختم کیا جائے۔ یہ کتاب ۱۹۵۲ء میں دی ورکنگ مسلم اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور نے شائع کی جسے حکومت پاکستان نے اپریل ۱۹۵۳ء میں اس بنیاد پر ضبط کرلیا کہ اس کتاب کا مواد پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-A کے تحت قابل سزا ہے اور یہ کتاب پاکستانی عوام کے ایک گروہ کے مذہبی عقائد کی توہین کرتی ہے۔

جون ۱۹۵۳ء میں قانون ساز اسمبلی کے دو مسیحی ممبران مسٹر گبن (C.G. gibben) اور مسز سنگھا (Mrs.S.P. singha) نے اس مقدمہ میں فریق بننے کی درخواست دی۔ مسٹر گبن جو پاکستان جوائنٹ کرسچیئن بورڈ کے صدر ہیں، نے کہا کہ کتاب متذکرہ نے مسیحیوں کے جذبات کو مشتعل کیا ہے۔ ان کے مذہبی جذبات کی توہین کی ہے۔

فاضل عدالت نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد یوں فیصلہ دیا:

"کسی فرقہ کی دیانت دارانہ تبلیغ انسانیت کی سالمیت کی طرف لے کر جاتی ہے۔ ہمیں کسی جگہ حد بندی ضرور کرنا ہوگی۔ جہاں بحث و تنازعہ ختم ہو کر بغض و عناد شروع ہوجائے وہیں حد ہوگی۔ اس عدالت کا کوئی جج اس بات کو برداشت نہیں کرے گا کہ ملکی قانون کی اس طرح سے تشریح کی جائے کہ ریاست کی غیر مسلم اور دوسری اقلیتوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے بلکہ انہیں ریاست کے قانون میں سکون اور آرام ملنا چاہیے۔

مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ دفعہ 153-A اس کیس پر لاگو ہوتی ہے لیکن دفعہ 295-A کے بارے میں میں پر یقین نہیں ہوں۔ اگرچہ اس کتاب میں مذہبی عقائد کی توہین کی گئی ہے لیکن یہ فرض کرنا آسان نہیں ہے کہ مصنف نے دانستہ اور معاندانہ نیت سے ایسا کیا ہے۔ جس طرح ایک ہندو کی طرف سے "رنگیلا رسول" لکھنے پر مسلمان تمام ہندوؤں کے خلاف ہوگئے تھے۔ اس طرح ہر مسیحی ایک انسان ہوتے ہوئے تمام مسلمان آبادی سے بدظن ہوجائے گا۔ لہذا میں ضبطی کے حکم کو ختم کرنے کی یہ درخواست مسترد کرتا ہوں (۶۲۸)"

(واضح رہے کہ یہ فیصلہ اس وقت دیا گیا تھا جب ابھی قادیانی اور احمدی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیے گئے تھے)

(تلخیص) عدالتی فیصلہ لاہور ہائی کورٹ

PLD 1960 W.P) Lahore 629

The Punjab Religious book) (society lahore- Petitioner Versus the State Respondent

یہ مقدمہ چیف جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس شبیر احمد اور جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس پر مشتمل فل بینچ کے سامنے پیش ہوا۔ اس کا فیصلہ ۱۹۶۰/۳/۱۴ کو ہوا۔ فیصلہ جسٹس

شبیر احمد نے لکھا:

حکومت مغربی پاکستان کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے جاری کردہ ایک حکم نامہ 27/4/1959 کو پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی لاہور کے جنرل منیجر کو موصول ہوا۔ جس کے مطابق اس سوسائٹی کی جانب سے شائع ہونے والی کتاب "میزان الحق" کی تمام کاپیوں بشمول اردو ترجمہ والی کاپیوں کو ضبط کرلیا گیا کیونکہ اس کتاب میں پاکستانی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کی گئی تھی جو کہ پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ کی دفعہ ۲۹۵ اے کے تحت قابل سزا ہے۔

۲۲/جون ۱۹۵۹ کو پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی انار کلی لاہور کے جنرل منیجر کی جانب سے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے مذکورہ بالا حکم کو ختم کرنے کی درخواست دائر کی گئی۔ درخواست میں یہ کہا گیا کہ متذکرہ کتاب "مزان الحق" ایک جرمن مشنری (Rev.C.G.Fander) کی ایک سو سال قبل لکھی گئی کتاب کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب پہلے جرمن زبان میں شائع ہوئی۔ بعد میں انگریزی، ترکی، عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہوئے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ سب سے پہلے ۱۸۶۲ء میں برطانیہ میں شائع ہوا۔ اس سوسائٹی کی جانب سے کتاب کا اردو ترجمہ ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا۔ اور عوام میں اس کی فروخت جاری رہی۔ چوتھا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں اور پانچواں ایڈیشن ۱۹۵۳ء میں سوسائٹی کی جانب سے شائع ہوا۔

یہ کتاب جس کی ضبطی کے احکام حکومت مغربی پاکستان نے جاری کیے، اس کا موضوع اسلام اور مسیحیت کے درمیان موازنہ کرنا ہے اور مصنف جو کہ خود مسیحی ہے اور جیسا کہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ مسیحیت سچا مذہب ہے اور اسلام سچا مذہب نہیں ہے۔ مصنف اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اس کا مقصد مسیحیت کو اسلام سے برتر ثابت کرنا ہے لیکن اس نے مذکورہ کتاب میں ایک سے زیادہ مواقع پر یہ کہا ہے کہ اس کا مقصد مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا نہیں ہے۔

ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جاری کردہ ضبطی کا حکم یہ نہیں بتاتا کہ یہ کتاب دانستہ طور پر اور معاندانہ نیت سے لکھی گئی ہے تاکہ پاکستان کے مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور اسلام کی توہین ہو۔ بلکہ اس حکم میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ متذکرہ کتاب ایسے مواد پر مشتمل

ہے جو پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵ اے کے تحت قابل سزا ہے۔

صوبائی حکومت کے فاضل وکیل کی جانب سے عدالت میں کتاب مذکورہ کے قابل اعتراض حصے پڑھے گئے۔ بینچ کی طرف سے یہ واضح کیا گیا کہ اگرچہ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مکمل طور پر بے ضرر ہیں لیکن ان میں سے اکثر عبارتیں دفعہ ۲۹۵ اے کی زد میں نہیں آتیں۔

درخواست گزار کے فاضل وکیل مسٹر جرمی (Mr.Jermy) نے موقف اختیار کیا کہ کتاب "میزان الحق" گزشتہ ایک صدی سے بازار میں فروخت ہورہی ہے لیکن ماضی میں اس کے خلاف کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب میں کوئی قابل اعتراض مواد نہیں ہے۔ اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے سے قبل اس طرح کے معاملات کو طے کرنے کے حقیقی اختیارات ان لوگوں کے ہاتھ میں تھے جن کی اکثریت غیر مسلم تھی۔

پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵ اے میں مقننہ نے "ارادہ" (Intention) کو دانستہ (Deliberaterly) اور "معاندانہ" (Maliciously) کے ساتھ مشروط کردیا ہے۔ اگر نیت کا دانستہ اور معاندانہ ہونا ضروری قرار نہ دیا جائے تو تمام مذہبی بحثوں کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ ایک فعل کو سرانجام دیتے وقت کسی شخص کی کیا نیت تھی اسے صرف فاعل ہی جانتا ہے۔ قانون یہ فرض کرتا ہے کہ فاعل اپنے افعال کے عمومی اور قدرتی نتائج سے آگاہ ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے کو گولی مار کر اسے قتل کردیتا ہے تو قانون یہ فرض کرے گا کہ یہ ایک انسان کا ارادی قتل تھا۔ اور اگر گولی چلانے والا یہ ظاہر کرنا چاہے کہ اس کا ارادہ مقتول کو قتل کرنے کا نہیں تھا تو اس کا بار ثبوت اس پر ہوگا۔ مذہبی بحثوں اور متنازعہ باتوں میں بھی اس اصول کا اطلاق ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مذہب کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو قانون یہ فرض کرے گا کہ اس کا ارادہ دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا تھا۔ بہر حال دیگر مہذب ممالک کی طرح پاکستان کا قانون بھی مذہبی بحثوں اور تبلیغ کی ممانعت نہیں کرتا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر قانون ان چیزوں پر زبان بندی کردے تو ایسا کرنا ناممکن کو حاصل کرنا ہوگا۔ یہ واضح ہے کہ دو مذاہب کے موازنہ میں ایسی باتیں کہی اور لکھی جائیں گی جو دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات کی توہین کے زمرے

میں آئیں گی۔ لیکن پھر بھی دفعہ ۲۹۵ اے میں درج شرائط پوری نہیں ہوں گی۔ یہ شرائط اس وقت پوری ہوں گی جب یہ ثابت ہوجائے کہ مذہبی عقائد کی توہین کا ارادہ دانستہ اور معاندانہ تھا۔

کتاب متذکرہ ایک بہت متنازعہ موضوع سے متعلق ہے جس سے مصنف کی تحقیق و تعلیم ظاہر ہوتی ہے۔ اس نے کتاب میں درج تمام دلائل مسلمان مصنفین کی کتب سے نقل کیے ہیں۔ جن میں سے بعض کتب اکثر مسلمانوں کے نزدیک مستند ہیں۔ کتاب کے زیر غور حصے لہجے کے اعتبار سے بقیہ کتاب کے عام لہجے سے مختلف ہیں۔ بہرحال مسٹر جرمی پر واضح کیا گیا ہے کہ کتاب مکمل طور پر غیر جارہانہ نہیں ہے۔ کتاب کے وہ حصے جن کے جارہانہ ہونے کی بنچ نے نشاندھی کی ہے کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور جس کے بورڈ کے چیئرمین بشپ آف لاہور، ہیں، کی جانب سے دی جانے والی ضمانتوں کا احترام کیاجائے گا۔ میں نے کتاب میں پائے جانے والے قابل اعتراض حصوں کو نقل نہیں کیا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میں بالواسطہ طور پر ان مسلمانوں کو ناراض کرنے کا سبب بنوں جنھوں نے ابھی یہ کتاب نہیں پڑھی۔ لیکن شائد وہ یہ فیصلہ پڑھیں گے۔ لیکن معاملہ کو کسی قسم کی غلطی سے پاک کرنے کیلئے میں قابل اعتراض حصوں کے صفحات کاذکر کردیتاہوں۔ صفحات ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۴۷، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۴، ۳۴۱، ۳۷۶، ۳۷۹ اور صفحہ نمبر ۴۷۵۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں میں درخواست منظور کرتاہوں اور صوبائی حکومت کو ہدایت کرتاہوں کہ وہ درخواست گزار کو مبلغ 300/00 روپے اخراجات کے ادا کرے (۶۲۹)

(تلخیص) عدالتی فیصلہ ڈھاکہ ہائی کورٹ (PLD 1962 Dacca 487)

Okil Ali and others Versus Behari Lal O Paul

اس مقدمہ کا فیصلہ ڈھاکہ ہائی کورٹ کے جسٹس باقر نے ۱۴/ مئی ۱۹۶۰ء کو سنایا۔

ایڈیشنل سیشن جج سلہٹ نے درخواست کنندگان کی طرف سے اپیل پر مجسٹریٹ درجہ اول کی طرف سے دی جانے والی سزا چھ ماہ قید سخت اور دو سو روپے جرمانہ کو کم کر کے تین ماہ قید سخت میں تبدیل کر دیا تھا۔ سیشن جج کے فیصلہ کے خلاف ڈھاکہ ہائی کورٹ میں نگرانی دائر کی گئی۔

عقیل پور کے ہندوؤں کی ایک عبادت گاہ تھی جہاں ان کا مقدس درخت(Kadam Tree)اور قربان گاہ تھی۔۱۶ نومبر ۱۹۵۹ء کو عقیل علی وغیرہ نے درخت کاٹ دیا اور قربان گاہ کو تباہ کر دیا۔ بہاری لال پال نے اس موقع پر احتجاج کیا۔ اس سے ہندوؤں کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے۔

درخواست دہندگان نے اپنے دفاع میں کہا کہ عبادت گاہ کی جگہ متنازعہ ہے۔ عقیل علی نے اسے احمد اللہ سے خریدا ہے۔ بہاری لال وغیرہ جب اس جگہ کو احمد اللہ سے خریدنے میں ناکام رہے تو انہوں نے عقیل علی پر جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ متنازعہ جگہ سرکاری نقشوں میں عبادت گاہ کے طور پر نہیں بلکہ یہ زرعی زمین ہے۔

دفعہ ۲۹۵ پینل کوڈ، کسی طبقہ کی طرف سے مقدس قرار دی گئی کسی چیز یا عبادت گاہ کی بے حرمتی کے بارے میں ہے۔ میرے نزدیک یہ دفعہ اس بات کا مطالبہ نہیں کرتی کہ جگہ کے قبضہ یا ملکیت کے بارے میں تفتیش کی جائے جیسا کہ درخواست کنندگان کے فاضل وکیل نے اپنے دلائل میں زور دیا ہے۔ عدالت نے عبادت گاہ کی جگہ کی قانونی حیثیت کا تعین کرنے کی بجائے صرف اس بات پر اپنی توجہ مزکور رکھی کہ دفعہ ۲۹۵ کے تحت عبادت گاہ کی توہین ہوئی ہے۔

عقیل علی کے وکیل مسٹر اے۔ ڈبلیو چوہدری نے ایک مقدمہ Bechan and others V.Emperor (Air 1941 Pat.492)کا حوالہ دیا جس میں عدالت نے قرار دیا تھا کہ کسی زرعی زمین پر ایک مزارع کے بنے ہوئے جھونپڑے کو زمیندار کی اجازت کے بغیر بطور مسجد استعمال کرنا دفعہ ۲۹۵ کے تحت اس جھونپڑے کو عبادت گاہ کی حیثیت نہیں دے گا۔ جھونپڑا عوامی مسجد میں تبدیل نہیں ہو جائے گا۔ اور نہ ہی اس جھونپڑے کو دفعہ ۲۹۵ کے تحت کسی طبقہ کی طرف سے مقدس چیز قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس جھونپڑے کو مسجد میں تبدیل کرنے کی کوشش از خود خلاف قانون ہے لہذا جھونپڑے کو

گرد ینادفعہ ۲۹۵ کے تحت جرم نہیں بن سکتا۔
اس مقدمہ میں زمیندار جھونپڑے کو مزارع سے خالی کرانا چاہتا تھا کیونکہ اسے یہ جگہ زرعی مقاصد کیلئے دی گئی تھی۔ مزید یہ کہ اس مقدمہ میں مسجد کو اس طرح سے مقدس چیز کے طور پر نہیں لیا گیا تھا جیسے کہ ہندو مندر کو۔
ماتحت عدالت نے پہلے ہی سزامیں تخفیف برتی ہے۔ ان حالات میں سزا میں مزید تخفیف نہیں ہوسکتی۔ نگرانی خارج کی جاتی ہے۔(۶۳۰)

تلخیص عدالتی فیصلہ لاہور ہائی کورٹ(PLD 1962 Lahore 850

Mohammad Khalil ..... Petitioner Versus The State ..... Respondent

اس مقدمہ کی سماعت لاہور ہائی کورٹ کے ایک فل بینچ نے کی جو چیف جسٹس ایم آر کیانی ، جسٹس شبیر احمد اور جسٹس عبدالعزیز خان پر مشتمل تھا۔ مقدمہ کا فیصلہ چیف جسٹس ایم آر کیانی نے لکھا۔
شیخ محمد خلیل، پریمیئر بک ہاؤس کچہری روڈ لاہور نے حکومت مغربی پاکستان کے حکم مورخہ ۴/جنوری ۱۹۶۰ء کو ختم کرنے کی درخواست دی تھی جس کے تحت درخواست گزار کی طرف سے شائع کردہ کتاب

"Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory"

کو ضبط کرلیا گیا تھا۔ اس کتاب کے مصنف کا نام(Duncan B. Macdonald)تھا یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۰۳ء میں اور بعد میں ۱۹۶۰ء میں امریکہ میں شائع ہوئی تھی۔ یہ ایک تحقیقی کتاب تھی جسے پنجاب یونیورسٹی نے ایم اے اسلامیات کے نصاب میں تجویز کیا تھا۔
حکومت نے اس کتاب کو ضبط کرنے کی وجوہ میں لکھا کہ متذکرہ کتاب سے پاکستانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان دشمنی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کتاب کو دانستہ طور پر معاندانہ نیت سے لکھا گیا ہے اور اس میں بالعموم تمام مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مذہبی جذبات کو مجروح اور ان کی توہین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۱۵۳ اے اور ۲۹۵ اے کے تحت ایسا مواد

شائع کرنا مستوجب سزا ہے۔

اس کتاب میں نبی اسلام ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہونے کا واقعہ، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے عہد میں شہادت عثمانؓ کے مسئلہ پر خانہ جنگی، بعض قرآنی آیات کے احکام میں پایا جانے والا علانیہ تناقض، عرب قوم اور صوفیاء کے بارے بحثوں کے علاوہ مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کے طرز حکمرانی کے متعلق مصنف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو مطلق العنان بادشاہ(Absolute Monarch) اور اس عہد کو خالص موقع پرستی کا دور(The system was one of opportunism) کہا ہے۔ عدالت نے کتاب کے قابل اعتراض حصوں کی اصلاح اور درستی کرنے کو کہا ہے۔ عدالت نے قرار دیا کہ مذکورہ کتاب ایک تحقیقی کتاب ہے اور اس میں شائع شدہ مواد پاکستان کوڈ کی دفعہ ۱۵۳ اے اور دفعہ ۲۹۵ اے کی زد میں نہیں آتا۔ عدالت نے حکومت کی طرف سے اس کتاب کی ضبطی کے حکم کو ختم کردیا(۶۳۱)

تلخیص عدالتی فیصلہ لاہور ہائی کورٹ(PLD 1978 Lahore 1082)

Major General Fazal-i-Raziq, Chairman WAPDA, Lahore Versus .... Petitioner Ch.Riaz Ahmad and others .... Respondent

جسٹس محمد صدیق فیصلہ مورخہ ۱۹/دسمبر ۱۹۷۷ء

درخواست گزار میجر جنرل فضل رزاق چیئرمین واپڈا لاہور نے ۱۸ جون ۱۹۷۷ء کو واپڈا آڈیٹوریم لاہور میں واپڈا کے افسروں سے خطاب میں حقوق العباد کی ادائیگی حلال رزق کمانے اور تربیلا ڈیم کو جلد از جلد مکمل کرنے پر زور دیا۔ کچھ لوگوں کے نزدیک چیئرمین کی قابل اعتراض تقریر سے ان کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے۔ جس کے متعلق روزنامہ "مغربی پاکستان" کی ۲۲ جون ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں خبر شائع ہوئی لیکن اگلے روز اس خبر کی تردید شائع کی گئی۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور کی اشاعت ۱۴ جولائی ۱۹۷۷ء میں چیئرمین کا انٹرویو شائع ہوا جس میں الزامات کی تردید کی گئی۔ ریاض احمد واپڈا ہاؤس لاہور میں آفس سپرنٹنڈنٹ اور واپڈا لیبر یونین کا صدر تھا۔ جسے بعد میں ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملازمت سے برطرف کردیا گیا تھا۔ ریاض احمد نے ہفت روزہ "اسلامی جمہوریہ" میں چیئرمین واپڈا کے خلاف

خطوط شائع کروائے۔ ۲ اگست ۱۹۷۷ء کو ریاض احمد نے دفعہ ۲۹۵ اے کے تحت میجر جنرل فضل رزاق چیئرمین واپڈا کے خلاف علاقہ مجسٹریٹ سول لائنز لاہور میں درخواست دائر کی۔ لیکن لاہور ہائی کورٹ نے درخواست گزار میجر جنرل فضل رزاق چیئرمین واپڈا کے دلائل تسلیم کرتے ہوئے علاقہ مجسٹریٹ سول لائنز لاہور کی عدالت میں مقدمہ ہذا کو ختم (Quash) کرنے کا حکم سنایا کہ ریاض احمد نے علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست گزار کے خلاف جو مقدمہ دائر کیا ہے وہ فنی اعتبار سے غیر قانونی ہے۔ درخواست گزار کے خلاف مقدمہ دائر کرنے سے قبل متعلقہ اتھارٹی سے اجازت نہیں لی گئی (۶۳۲)

امہات المؤمنین، اہل بیت، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی توہین پر سزا۔ دفعہ 298-A کا اضافہ

قیام پاکستان کے تقریباً ۳۳ برس کے بعد پاکستان پینل کوڈ میں پیغمبر اسلام ﷺ کے حوالے سے توہین پر سزا سے متعلق کئی نئی دفعات کا اضافہ کیا گیا۔ پینل کوڈ میں ۱۹۸۰ء میں آرڈیننس (XLIV) کی دفعہ 298-A شامل کی گئی جس کے تحت پیغمبر اسلام ﷺ کی کسی بیوی (ام المؤمنین)، اہل بیت یا خلفاء راشدین یا صحابہ کرامؓ پر زبانی یا تحریری یا ظاہری اشاروں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اتہام، طعن زنی یا درپردہ تعریض سے توہین و بے حرمتی کرنے پر زیادہ سے زیادہ تین برس تک قید محض یا جرمانہ یا دونوں سزائیں بیک وقت دی جاسکیں گی۔

دفعہ 298-A کے الفاظ یہ ہیں:

"whoever by words, either spoken or written or by visible representation, or by any imputation, innuendo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of any wife (Ummul-Mumudeen), or members of the family (Ahle-Bait), of the Hoply Prophet (peace be upon him), or any of the righteous Caliphs (Khulafa Raashideen) or Companions (Shahaaba) of the Holy Prophet (peace be upon him) shall be punished with imprisonment of either description for a term which may

extend to three years, or with fine, or with both”

قرآن مجید کی بے حرمتی پر عمر قید

۱۹۸۲ء میں ایک اور صدارتی آرڈیننس (1 of 1982 dated 18.3.1982) کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ 295-B کا اضافہ کیا گیا۔ جس کے تحت قرآن مجید یا اس میں سے کسی اقتباس کی دانستہ طور پر بے حرمتی کرنے، نقصان پہنچانے یا اسے کسی معیوب یا کسی غیر قانونی مقصد کیلئے استعمال کرنے والے کو عمر قید کی سزا مقرر کی گئی۔

دفعہ 295-B کے الفاظ یوں ہیں:

“whoever wilfully defiles, damages or desecrates a copy of the Holy Quran or of an extract there-from or uses it in any derogatory manner or for any unlawful purpose shall be punishable with imprisonment for life” (634)

(تلخیص) عبید اللہ کیس۔ سپریم کورٹ آف پاکستان

(1991 S.C.M.R. 1734)

۶-اپریل ۱۹۸۲ء کو عبید اللہ پر الزام لگایا گیا کہ اس نے "نماز مترجم" کی ایک کتاب کو پاؤں تلے روندا ہے۔ اس نے انکار کیا اور کہا کچھ نامعلوم افراد نے اس کی جیب میں "نماز مترجم" ڈال کر اسے پیٹنا شروع کردیا۔ بعد میں مجھ پر "نماز مترجم" نامی مقدس کتاب کی توہین کا الزام لگادیا۔ عبید اللہ پر ایڈیشنل سیشن جج بہاولپور کی عدالت میں پینل کوڈ کی دفعہ 295-ÒB کے تحت مقدمہ چلایا گیا اور لاہور ہائی کورٹ بہاولپور بنیچ نے عبید اللہ کی اپیل خارج کردی۔ سپریم کورٹ نے عبید اللہ کو بری کردیا کہ وہ ایک ان پڑھ شخص ہے اور "نماز مترجم" اپنے پاس رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور جو بھی توہین ہوئی ہے اس میں عبید اللہ کا کوئی ارادہ بد نہیں پایا جاتا (۶۳۵)

(تلخیص) عدالتی فیصلہ۔ کراچی ہائی کورٹ (PLD 1988(Karachi 305)

M.M.K.A.Zia, Versus The Director General, FIA

درخواست گزار ایم کے اے ضیاء نے تاج کمپنی کے گودام میں موجود ایسے

قرآن مجید کی جلدوں کی تلاش میں ایف آئی اے کی مدد کی تھی جن جلدوں میں قابل اعتراض تصاویر پائی گئی تھیں۔ درخواست گزار کا خیال تھا کہ FIA کے ڈائریکٹر جنرل کو چاہیے تھا کہ وہ اس کیس کو مزید آگے بڑھاتا۔ کاروائی کے دوران یہ ظاہر ہوا کہ ۱۹۸۵ء میں تاج کمپنی نے اٹلی کی ایک فرم کو ۱۲۵۰۰ کی تعداد میں قرآن مجید کی چھپوائی کا آرڈر دیا۔ بہرحال ان قرآن مجید کی جلد بندی اٹلی میں ہوئی جہاں پرانے آرٹ رسالوں کے صفحات قرآن مجید کی جلدوں میں رکھ دیئے گئے۔ ان صفحات میں سے بعض پر عریاں تصاویر تھیں۔ تاج کمپنی نے اس فرم کے مزید آرڈر منسوخ کر دیئے اور اسے سخت الفاظ میں ایک خط لکھا۔ عدالت نے قرار دیا کہ تاج کمپنی کی جانب سے کوئی دانستہ غلطی نہیں ہوئی۔ لہذا کیس کو (dismiss) کر دیا گیا (۶۳۶)

رسول اکرم ﷺ کی زوجات، اہل بیت اور صحابہؓ کے القابات استعمال کرنے کی ممانعت

۱۹۸۴ء میں آرڈیننس (xx) کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ 298-B شامل کی گئی۔ اس دفعہ کی رو سے قادیانیوں اور لاہوری احمدیوں کو نبی اکرم ﷺ کی زوجاتؓ مطہرات، اہل بیتؓ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے علاوہ کسی اور کو "امیرالمؤمنین"، "خلیفۃالمسلمین"، "صحابی"، رضی اللہ عنہ"، "ام المؤمنین"، "اہل بیت"، کہنا اور اپنی عبادت گاہوں کو "مسجد" کے نام سے پکارنے کی ممانعت کردی گئی۔ اور ایسا کرنے پر تین سال تک قید محض اور جرمانہ کی سزا نافذ کی گئی۔

پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ ۲۹۸ بی کی عبارت اس طرح سے ہے۔

298-B .. (1) Any person of the Qadiani Group or the Lahori Group (who call themselves 'Ahmadis' or by other name) who by words, either spoken or written, or by visible representation, -

(a) refers to, or addresses, any person, other than a Caliph or Companion of the Holy Prophet Mohammad (peace be uponhim) as"Ameer-ul-Mumineen", "Khalilfa-tul-Mumineen","Khalifa-tul-Musllimeen","Shahaabi" or "Razi

Allah Anho":
(b) refers to, or addreesses, any person, other than a wife of the Holy Prophet Mohammad (peace be upon him), as "Ummul-Mumineen";
(c) refers to, or addresses, any person, other than a member of the family (Ahle-bait) of the Holy Prophet Mohammad (peace be upon him),as "Ahle-bait"; or
(d) refers to, or names, or calls, his place of worship as "Masjid":
shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years, and shall also be liable to fine. (637)

رسول پاک ﷺ کی توہین پر موت یا عمر قید کی سزا

۱۹۸۶ء میں کریمنل لاء (ترمیمی) ایکٹ iii مجریہ ۱۹۸۶ء کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں نہایت اہم ترمیم کر کے ایک نئی دفعہ C-295 کا اضافہ کیا گیا۔ پاکستان میں اب تک مذہب سے متعلق جن جرائم پر سزا دی جاتی تھی ان میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی توہین و گستاخی کا جرم شامل نہیں تھا۔ دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت ایسے شخص کو سزائے موت یا عمر قید کی سزا اور جرمانہ کا مستوجب قرار دیا گیا جو زبانی، تحریری یا اعلانیہ یا اشارۃً کنایۃً، براہ راست یا بالواسطہ نبی اکرم ﷺ پر بہتان تراشی کرے اور رسول اکرم ﷺ کے نام مبارک کی بے حرمتی کا ارتکاب کرے۔ اس نئی دفعہ کے تحت عدالت کو صوابدیدی اختیار تھا کہ وہ توہین رسالت کے مجرم کو موت یا عمر قید ان دونوں میں سے کوئی ایک سزا کا حکم سنا دے۔

"295 - C: use of derogatory remarks in respect of the HolyProphet .. Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Mohammad (peace be upon him) shall be punished with

death, or imprisonment for life and shall also be liable to fine". (638)

(تلخیص)عدالتی فیصلہ۔ کراچی ہائی کورٹ(.PLF 1989 C.R.C
(Karachi 314

Mirza Mubarik Ahmad Nusrat Versus The State

فیصلہ جسٹس امام علی جی قاضی نے لکھا

درخواست گزار مبارک احمد نصرت جو کہ احمدی ہے، کے خلاف پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ C-295اور دفعہ C-298 کے تحت سیشن کورٹ سانگھڑمیں مقدمہ چل رہا ہے۔ صوبائی کنوینر مجلس عمل ختم نبوت سندھ غلام احمد میاں ہمدانی نے کہا کہ اسے ۹ نومبر ۱۹۸۸ء کو ایک رجسٹرڈ خط ملا جس میں ایک کتابچہ "مباہلہ" تھا جس میں مرزا طاہر احمد نے چیلنج کیا تھا۔ خط کے آغاز میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود

اس خط پر خاکسار مرزا مبارک احمد نصرت کے دستخط تھے۔ اس خط میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا گیا تھا لیکن اس میں جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد پر بھی درود بھیجا گیا ہے۔ جب کہ غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار پاکستان کے قانون کے تحت کافر ہیں۔ مرزا مبارک احمد نے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر اور ایک کافر پر درود بھیج کر جرم کیا اور نبی اکرم ﷺ کی اہانت کی ہے جو پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت جرم ہے۔ اس نے

"بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود"

لکھ کر اور مرزا طاہر احمد کے چیلنج "مباہلہ" کو بھیجنے سے اس نے خود کو مسلمان ظاہر کیا ہے اور میرے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے خلاف توہین آمیز ریمارکس کو پاکستان پینل کوڈ میں پہلی مرتبہ

۱۹۸۶ء میں قابل تعزیر قرار دیا گیا۔ میں نے ۲۹۵ سی کو پڑھا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دفعہ کے تحت جرم اسی صورت میں واقع ہوگا جب ایک شخص زبانی، تحریری یا ظاہری اشاروں سے براہ راست یا بالواسطہ نبی اکرم ﷺ کے مقدس نام کی توھین، بے حرمتی اور طعن کرے اس کیس میں الزام یہ ہے کہ

درخواست گزار جو کہ عقیدہ کے اعتبار سے احمدی ہے، نے ایک مسلمان (شکایت کنندہ) کو مخاطب کرتے ہوئے خط میں نبی اکرم ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کیلئے عربی زبان کے بعض جملے استعمال کیے ہیں۔

ہمارے پینل لاء کا ایک واضح اصول "mens rea" یعنی مجرمانہ ارادہ، مجرمانہ ذہن، برا ارادہ یا عمل کے غلط ہونے کا علم ہے، یہ کسی بھی جرم کیلئے لازمی شرط ہے۔ مندرجہ بالا عربی جملوں سے نبی اکرم ﷺ کے نام کی توہین نہیں ہوئی۔ انصاف کے مقاصد کے حصول کیلئے یہ ضروری ہے کہ بھاری ضمانت طلب کی جائے۔ درخواست گزار کو ۲ لاکھ روپے کی ضمانت پر رہا کیا جاتا ہے۔(۶۳۹)

وفاقی شرعی عدالت کے حکم کی رو سے دفعہ 295-C کے الفاظ "یا عمر قید" حذف

۱۹۸۶ء میں پاکستان پینل کوڈ میں شامل کی جانے والی نئی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت توہین رسالت کے مجرم کیلئے عمر قید یا موت کی سزا درج تھی۔ ۱۹۸۷ء میں وفاقی شریعت کورٹ میں ایک شریعت پیٹیشن دائر کی گئی۔ جس میں توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو اسلامی احکام کے منافی قرار دے کر اسے ختم کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ وفاقی شرعی عدالت نے اس شریعت پیٹیشن کا فیصلہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو سنایا اور توہین رسالت کی متبادل سزا "عمر قید" کو غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے احکام سے متصادم قرار دیتے ہوئے حکومت پاکستان کو ہدایت جاری کی کہ "یا عمر قید" (or imprisonment for life) کے الفاظ کو پاکستان پینل کوڈ (تعزیرات پاکستان) کی دفعہ ۲۹۵۔سی سے حذف کیا جائے۔ اس امر کیلئے حکومت پاکستان کو وفاقی شرعی عدالت نے ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء تک مہلت دی۔ عدالت نے یہ بھی فیصلہ دیا کہ اگر ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء تک ایسا نہ کیا گیا تو

"یا عمر قید" کے الفاظ اس تاریخ سے غیر مؤثر ہوں گے۔ یوں 295-C میں درج "یا عمر قید" کے الفاظ وفاقی شرعی عدالت کے حکم کی رو سے ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء سے حذف ہو کر غیر مؤثر ہو گئے اور توہین رسالت کے مرتکب کی سزا صرف اور صرف موت مقرر ہو گئی۔

(تلخیص) عدالتی فیصلہ۔ وفاقی شرعی عدالت (PLD 1991

(Federal Shariat Court 10

Mohammad Ismail Qureshi - Petitioner Versus Pakistan through Secretary, Law and Parliamentary Affairs. - Respondent

شریعت پیٹیشن نمبر 6/L of1987

تاریخ فیصلہ 30-10-1990

فل بینچ: چیف جسٹس گل محمد خان، جسٹس عبدالکریم خان کندی، جسٹس عبادت یارخان، جسٹس عبدالرزاق، جسٹس فدا محمد خان

فیصلہ: چیف جسٹس گل محمد خان نے لکھا۔

درخواست گزار محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C کو چیلنج کیا ہے۔ دفعہ 295-C کے الفاظ یہ ہیں:

"Use of derogatory remarks etc. in respect of the Holy Prophet. .. Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Mohammad (P.B.U.H) shall be punished with death, or imprisonment for life and shall also be liable to fine".

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اہانت آمیز ریمارکس کا استعمال

جو کوئی تحریری یا زبانی الفاظ سے یا ظاہری نمونہ سے یا کسی تہمت یا طعن آمیز اشارے یا الزام سے خواہ یہ بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ، حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی

بے حرمتی کرے تو اسے موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

اس دفعہ کے خلاف جو اعتراض اٹھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس دفعہ میں توہین رسالت کے جرم کی متبادل سزا "عمر قید" قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ توہین رسالت کا جرم "حد" کے تحت آتا ہے اور قرآن وسنت میں دی گئی سزا "موت" کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ فاضل وکیل نے اس ضمن میں سورۃ الانفال کی آیت ۱۳ اور سورۃ النساء کی آیت ۶۵ پر انحصار کیا ہے۔

اس عدالت نے بہت سے ماہرین قانون اور علماء کو اس کیس میں مدد کیلئے درخواست کی۔ کیس کی سماعت لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں ہوئی۔

مولانا سبحان محمود نے ان آیات پر انحصار کیا۔ سورۃ الحجرات آیت:۲، سورۃ الاحزاب آیت:۵۷، سورۃ التوبۃ آیات:۶۵ اور ۶۶، سورۃ محمد آیت:۲۸، سورۃ الزمر آیت: ۱ اور ۶۵، سورۃ المائدۃ آیت:۵۷، سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۷۔ انہوں نے دیگر احادیث کے علاوہ حضرت ابو قلابہؓ کی ایک روایت بیان کی جس میں توہین رسالت کے مجرم کی سزا موت ہے۔ قاضی عیاض کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو نبی کو گالی دے اسے قتل کردو اور جو صحابہؓ کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔ موت کی سزا پر اجماع ثابت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ عمر قید کی سزا توہین رسالت کی مجرم عورت یا غیر مسلم کو دی جاسکتی ہے۔

مولانا مفتی غلام سرور قادری نے ان قرآنی آیات پر انحصار کیا:

سورۃ التوبۃ: ۶۱، ۶۲، ۶۵، ۶۶۔ سورۃ الحجرات:۵۷، سورۃ البقرۃ:۱۰۴۔ انہوں نے بعض احادیث بھی پیش کیں جن کی رو سے توھین رسالت کے مجرم کی سزا صرف موت ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث کے دلائل سے کہا کہ ہر جرم میں توبہ قابل قبول ہے۔ انہوں نے حنفی فقیہہ ابن عابدین کے حوالے سے کہا کہ حنفی فقہاء کے نزدیک اس جرم میں توبہ کا قابل قبول ہونا راجح ہے۔

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے حنفی فقہاء کا مؤقف واضح کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کے مجرم کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسے موت کی سزا نہیں دی جائے

گی۔انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے دین کو بدل ڈالے اسے قتل کردو۔ ان کے نزدیک اگر کوئی مسلمان توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو وہ مرتد ہے لہذا اس کی سزا موت ہے۔انہوں نے ابن تیمیہ کی رائے نقل کی کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔انہوں نے اس سلسلے میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی ایسی ہی آراء پیش کیں۔

مولانا محمد عبدہ الفلاح نے دوسری آیات قرآنی کے علاوہ سورۃ النساء کی آیت ۴۶ کو پیش کیا اور احادیث بیان کیں جن کی رو سے گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔انہوں نے کہا کہ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔

مولانا سید عبدالشکور نے سورۃ التوبہ آیات ۱۲، ۲۴، سورۃ الاحزاب آیت ۵۷ کو بطور دلیل پیش کیا۔ انہوں نے احادیث بھی بطور حوالہ پیش کیں۔انہوں نے عبدالرحمن الجزیری کی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۵ صفحات ۲۷۴-۲۷۵ اور ردالمختار جلد ۳ صفحات ۲۹۰-۲۹۱ سے فقہاء کی آراء بھی بیان کیں۔

مولانا فضل ہادی نے سورۃ التوبہ آیات ۱۲-۶۵،۶۶ سورۃ المجادلہ آیت ۲۲ سورۃ الاحزاب آیات ۵۷-۵۸ اور سورۃ الحجرات کی آیت ۲ کے علاوہ احادیث پیش کیں۔

مولانا سعیدالدین شیرکوٹی نے مندرجہ ذیل آیات قرآنی بیان کیں - سورۃ النساء آیت ۱۳ - سورۃ الحجرات آیات ۲-۳-۵۳- سورۃ الفتح آیت ۹ سورۃ الاحزاب آیت ۵۷- سورۃ البقرۃ آیات ۱۸۷ اور ۲۲۹ - انہوں نے گستاخ رسول کو سزائے موت دینے اور معاف کردینے کے بارے میں احادیث نبوی ﷺ پیش کیں۔انہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب امداد الفتاوی جلد ۵ صفحات ۱۶۶-۱۶۸ سے فقہاء کی آراء بیان کیں۔

تقریباً تمام فاضل علماء نے مندرجہ ذیل آیات قرآن پر انحصار کیا ہے۔

سورۃ الاحزاب آیت:۵۷، سورۃ التوبۃ آیات:۶۱/۶۲، سورۃالمجادلہ آیات:۱۸/۲۰، سورۃ الانفال آیات:۱۲/۱۳، سورۃ الحشرآیت:۴ ،سورۃالاحزاب آیات:۶۰/۶۱ ،سورۃالحجرات آیت:۲، سورۃالبقرۃ آیت:۲۱۷، سورۃ المائدہ آیت:۵، سورۃالانعام آیت:۸۸، سورۃالزمر

آیت:٦٥، سورۃمحمد آیت:۹، سورۃالبقرۃ آیت:۱۰۴، سورۃالنساء آیت:٤٦

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک منافق جس کا نام بشر تھا اس کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا۔ یہودی نے اسے حضور ﷺ کے پاس فیصلہ کیلئے چلنے کو کہا۔ منافق نے اسے کعب بن اشرف کے پاس چلنے کو کہا۔ بہر حال وہ حضور ﷺ کے پاس گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کردیا۔ منافق اس فیصلہ پر رضا مند نہیں تھا۔ لہذا وہ دونوں اپنے جھگڑے کو حضرت عمرؓ کے پاس لے آئے۔ یہودی نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ حضور ﷺ نے پہلے ہی اس کی حمایت میں فیصلہ کردیا ہے۔ لیکن یہ آدمی اس پر رضامند نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے منافق سے کہا" ایسا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت عمرؓ اندر گئے۔ اپنی تلوار لی اور منافق کو قتل کردیا۔ اور کہا میں نے اس شخص کیلئے فیصلہ کیا ہے جو نبی کے فیصلہ کو نہیں مانتا۔

اس پر سورۃ النساء کی آیت:٦٥ نازل ہوئی:

"نہیں اے محمد، تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کریں۔

روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶۷ پر درج ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ اقدام جسے حضور ﷺ کی تائید حاصل ہے، گستاخ رسول کی سزا موت پر سند ہے۔

قرآن مجید نے واضح اعلان فرمایا کہ رسول کی توہین ارتداد ہے۔ قرآن مجید سورۃ التوبہ کی آیات ٦٥ اور ٦٦ میں کہتا ہے:

"اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو" کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہی تھی؟ اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کردیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزادیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔"

ابن تیمیہ نے" الصارم المسلول" صفحہ ۳۱ پر مندرجہ بالا آیات کی تشریح میں کہا ہے

کہ اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ پس توہین رسول زیادہ سنگین جرم ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی کی توہین کرے وہ مرتد ہے۔

ابو بکر ابن عربی نے "احکام القرآن" جلد ۲ صفحہ ۹۶۴ میں لکھا ہے کہ منافق لوگ دانستہ یا تمسخر کیلئے یہ لفظ بولتے تھے اور کیسی ہی صورت کیوں نہ ہو ایسا کرنا کفر ہے۔ کیونکہ کفریہ الفاظ میں مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔

قرآن مجید نے نبی اکرم ﷺ کی خفیف سی ناراضی سے بھی منع کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے شادی کرنا مسلمانوں پر حرام ہے۔ یہ اس لئے کہ کہیں وہ نبی کی توہین کا ذریعہ نہ بن جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

"تمہارے لئے یہ ہر گز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دو۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے(سورۃ الاحزاب:۵۳) (یہاں فیصلہ میں سولہ احادیث درج ہیں جن میں سے زیادہ تر زیر نظر مضمون میں گزر چکی ہی)

مندرجہ بالا بحث شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ قرآن مجید کے مطابق جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے تشریح فرمائی ہے اور جو امت مسلمہ کے مابین تعامل ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ ہم نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کسی نے بھی اس سزا کو نہ تو ختم کیا ہے اور نہ ہی معاف کیا ہے اور نہ ہی کسی اور کو ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اس کیس میں اگلا سوال یہ ہے کہ توہین رسالت کے جرم کی واضح تعریف کی جائے۔

قرآن و حدیث میں شتم، سب اور اذی کے الفاظ نبی کی توہین کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔ جس کے معنی ہیں نقصان پہنچانا، توہین کرنا اشتعال دلانا، غصہ دلانا، زخمی کرنا، مشکل سے دوچار کرنا، عزت میں کمی کرنا وغیرہ۔ لفظ "شتم" سے مراد ہے توہین کرنا، گالی دینا وغیرہ۔

علامہ رشید رضا نے لفظ "اذی" کی تعریف میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایسی چیز ہے جس سے کسی زندہ انسان کے جسم یا ذہن کو تکلیف پہنچے اگرچہ یہ تکلیف بہت معمولی ہو(المنار

جلد ۱۰ ص:۴۴۵)
ابن تیمیہ توہین رسالت کے جرم کی بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایک لفظ کسی حالت میں توہین اور نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ جبکہ وہی لفظ کسی دوسری صورت حال میں نقصان اور توہین کا باعث نہیں بنتا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن الفاظ کے مختلف معانی اور مفہوم ہوں، حالات اور مواقع کی تبدیلی سے ان کی تشریح بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

اور جب لفظ "سب" یعنی توہین کی تعریف نہ تو شریعت میں کی گئی ہو اور نہ ہی ڈکشنری میں تو اس لفظ کی تشریح کے تعین کیلئے عرف وعادت پر انحصار کیا جائے گا۔لہذا عرف وعادت میں جس چیز کو توہین سمجھا جائے گا وہی چیز شریعت میں توہین ہوگی اور اسی طرح جو چیز شریعت میں توہین سمجھی جائے وہی عرف وعادت میں توہین تصور ہوگی۔
کسی بھی فعل کے مجرمانہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ فعل غلط ہو اور ذہن میں پائے جانے والے غلط مقصد کے حصول کیلئے ارادی طور پر سرانجام دیا گیا ہو۔ بعض حالات میں آدمی کچھ جرائم کا ذمہ دار ٹھہریا جاتا ہے۔ اگر وہ غلط نتائج سے بچنے کیلئے اپنی طرف سے بہترین کوشش نہ کرے۔

پس ارادہ اور نیت وہ مقصد یا منصوبہ بندی ہے جس سے ایک فعل سرانجام پاتا ہے۔ فرض کریں کہ ایک شخص بندوق خریدتا ہے۔ اس کا ارادہ کھیل، ذاتی دفاع یا کسی کو جان سے مارنے کیلئے بندوق چلانے کا ہوسکتا ہے۔ اگر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ اس نے ذاتی دفاع کیلئے نہیں بلکہ کسی کو جان سے مارنے کیلئے بندوق چلائی تھی تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا ارادہ قتل کرنے کا تھا۔
غیر ارادی فعل میں یہ مقصد اور منصوبہ بندی نہیں ہوتی۔ کسی کو قتل کرنے کا فعل بھی غیر ارادی ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ فاعل ایسے نتائج پیش کرے جن کا اس نے ارادہ نہیں کیا تھا۔

بہرحال قانون کا نظام ایسے آدمی کو ان نتائج کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے خواہ اس نے ان نتائج کے حصول کا ارادہ نہ کیا ہو۔ وہ نتائج جو درحقیقت کسی غفلت اور لاپرواہی سے پیدا ہوں قانون انہیں ارادی قرار دیتا ہے۔ پس اگر ایک شخص کسی کے جسم کو سخت جسمانی نقصان

پہنچائے اگرچہ اس کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہ ہو لیکن اگر وہ قتل ہوجائے تو فاعل فعل کا مجرم متصور ہوگا۔

شریعت میں کسی جرم کی سزا صرف اسی صورت میں "حد" ہے جب وہ جرم واضح ارادہ کے ساتھ کیا جائے۔ اگر اس جرم میں کوئی شک پیدا ہوجائے تو شریعت حد کی سزا کو دور کردیتی ہے۔ لہذا اگر کوئی جرم مجرمانہ اور معاندانہ نیت و ادارہ سے کیا جاۓ تو اس پر "حد" نافذ ہوگی اور اس کا اطلاق نبی اکرم ﷺ کی اہانت کرنے والے پر بھی ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

"نادانستہ بات جو تم کہو اس کیلئے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اس بات پر گرفت ضرور ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔(سورۃ الاحزاب:۵)

؛اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے تو وہ اسے معاف کردیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے"(سورہ الانعام:۵۴)

"جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے(وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو(تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کرلیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کیلئے بڑا عذاب ہے۔"(سورۃ النحل:۱۰۶)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کا اس نے ارادہ کیا۔ پس جس نے دنیا کے فوائد کیلئے یا کسی عورت سے شادی کیلئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کیلئے ہوگی جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔(بخاری جلد:۱ ص:۱ حدیث:۱)

ابی بن کعب کی روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص تھا جس کا گھر مدینہ شہر سے کافی دور تھا۔ لیکن اس نے کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا۔ ہم اس کے ساتھ ہمدردی کرتے اور کہتے کہ اے فلاں تم نبی ﷺ کے گھر کے قریب گھر کیوں نہیں خرید لیتے تاکہ تم آنے جانے کیلئے لمبا سفر طے کرنے کے دوران گرمی کی شدت سے بچ سکو۔ اس نے کہا سنو! اللہ کی قسم میں یہ پسند نہیں

کرتا کہ میرا گھر نبی ﷺ کے گھر کے قریب ہو۔ میں نے اس سے کہ یہ برے الفاظ نبی اکرم ﷺ کو بتائے۔ آپ نے اس شخص کو بلوایا۔ اس نے [illegible] الفاظ دہرائے لیکن یہ بھی کہا کہ اس کا ارادہ قدموں کا اجر حاصل کرنے کا تھا۔ اس [illegible] نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں اس چیز کا اجر ملے گا۔ جس کا تم نے ارادہ کیا(مسلم ج: ۱۔ انگریزی ترجمہ عبدالحمید صدیقی صفحہ ۳۲۳۔ ۳۲۴ حدیث نمبر ۱۴۰۴)

مندرجہ بالا روایت سے پتہ چلتا ہے کہ الفاظ بظاہر توہین آمیز تھے لیکن ان الفاظ کو بیان کرنے والے کا ارادہ ایسا نہ تھا اس لئے اسے کوئی سزا نہ دی گئی۔

یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ نبی کیلئے توہین آمیز الفاظ کی محض ادائیگی جرم نہیں ہے جب تک کہ اس کی بنیاد معاندانہ اقدام یا عزت میں کمی نہ ہو۔ مثلاً نبی کے سامنے اونچی آواز میں بولنے کی ممانعت ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہوجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو(سورۃ الحجرات: ۲)

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی آواز سے زیادہ اونچی آواز سے بولنے اور چلانے کی ممانعت ہے جس سے درحقیقت نبی ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے لیکن جنگ اور دشمن کو ڈرانے وغیرہ کیلئے اونچی آواز سے بولنا جرم نہیں ہوگا۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس جن کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی، انہوں نے خود کو اپنے گھر کے ایک کمرے میں بند کرلیا اور رونے لگے۔ وہ کافی عرصہ نبی اکرم ﷺ کے اجتماعات میں حاضر نہ ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضرت ثابت بن قیس نے خود کو گھر میں بند کرلیا ہے اور وہ روتے رہتے ہیں۔ آپ نے حضرت ثابت کو بلوایا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنی آواز بلند ہونے کی وجہ سے ڈر گیا تھا کہ کہیں

میں ان لوگوں میں سے تو نہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو تمہارا جینا اور مرنا خوش بختی پر ہے۔ ان کی بلند آواز قدرتی تھی۔ ان کی بلند آواز کا مقصد نبی کی اہانت کرنا نہ تھا جیسا کہ منافقین کرتے تھے جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی ج:۲۶ ص:۱۲۴-۱۲۵)

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان لوگوں کی بلند آواز کی دو قسام ہیں

(۱) جس سے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے۔

(۲) جس سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

پہلی قسم کسی عناد یا توہین آمیز اقدام کی بنیاد پر نہیں ہوتی جیسے کہ جنگوں میں اور دشمنوں کے ساتھ جھگڑوں میں اونچی آواز سے بولنا مثلاً ایک جنگ میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلند آواز سے پکارو۔ انہوں نے اتنی اونچی آواز سے لوگوں کو پکارا کہ حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہو گئے۔ آواز کی دوسری قسم عناد اور توہین آمیز اقدام کی بنیاد پر ہے۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا آخری حصہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوا ہے جس نے کہا تھا کہ میں نبی کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ سے شادی کروں گا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ کو بہت زیادہ صدمہ پہنچا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں نبی کی بیویوں سے شادی کی ہمیشہ کیلئے ممانعت کر دی گئی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا میں میری بیویاں آخرت میں بھی میری بیویاں ہوں گی۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے سے قبل یہ واقعہ رونما ہو چکا تھا کہ نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی قلبیہ کو طلاق دے دی تھی اور قلبیہ نے عکرمہ بن ابو جہل سے شادی کر لی تھی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ قلبیہ نے اشعث ابن قیس کندی سے شادی کی تھی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ان لوگوں کے نزدیک یہ کہنا کہ نبی کی وفات کے بعد ان کی بیوی سے شادی کروں گا، نبی کی توہین کا ذریعہ نہیں تھا کیونکہ اس کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ پر تہمت والے واقعہ میں مسطح، حسان اور حمنہ کو کوئی سزا نہ دی جو اس تہمت میں شامل تھے اور نہ ہی نبی نے انہیں منافقین قرار دیا۔ ابن

تیمیہ اس صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا ارادہ نبی کو اذیت پہنچانا نہیں تھا اور نہ ہی ان سے ایسی کوئی علامت ظاہر ہوئی تھی جبکہ عبداللہ بن ابی کی نیت نبی کی ذات کو اذیت پہنچانا تھا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ اس وقت تک انہیں یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ اس دنیا میں نبی کی بیویاں آخرت میں بھی نبی کی بیویاں ہوں گی۔ یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے ان تینوں کے معاملے میں ہچکچاہٹ سے کام لیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے حضرت علی ﷺ اور حضرت زیدؓ سے مشورہ کیا اور حضرت بریرہؓ سے تفتیش کروائی اور نتیجۃً ان لوگوں کو منافقین نہیں قرار دیا جن کا ارادہ نبی کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔ لیکن یہ حکم آجانے کے بعد کہ اس دنیا میں آپ کی بیویاں آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوگی اور وہ مومنین کی مائیں ہیں۔ ان پر کسی قسم کی تہمت ہر حالت میں نبی ﷺ کو اذیت پہنچانے کے مترادف ہوگی۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص: ۴۹)

بعض فقہاء کی رائے ہے کہ اگر نبی کی توہین واضح الفاظ میں کی جائے تو اہانت کے مرتکب سے اس کی نیت وارادہ نہیں پوچھا جائے گا۔ لیکن اگر الفاظ ایک سے زیادہ معنی کے متحمل ہوں اور ان میں سے کوئی ایک معنی نبی کی توہین کے ضمن میں آتا ہو تو ان الفاظ کو ادا کرنے والے سے اس کا ارادہ پوچھا جائے گا (الشفاء۔ قاضی عیاض ج: ۲ ص: ۲۲۱)

ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ الفاظ کے معانی مختلف مواقع پر مختلف ہوتے ہیں۔ پھر سیاق سباق سے بھی معانی مختلف ہوجاتے ہیں لہذا ملزم کو وضاحت وصفائی کا موقع ملنا چاہیئے تاکہ بے گناہ کو سزا نہ ہوجائے۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث روایت کی جاتی ہے کہ قاضی کی غلطی جس سے کوئی مجرم چھوٹ جائے قاضی کی اس غلطی سے بہتر ہے جس سے بے گناہ کو سزا مل جائے (سنن البیھقی ج: ۳ ص: ۱۸۴)

قرآن مجید بھی ہر ملزم کو صفائی کا موقع دیتا ہے۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کراماً کاتبین کی جانب سے کسی شخص کے اعمال کے بارے میں لکھی گئی ہر چیز درست ہے لیکن اگر وہ شخص قیامت کے دن فرشتوں کی تحریر پر اعتراض کرے گا تو اس کا یہ اعتراض سنا جائے گا۔ اور اللہ تعالی اس شخص کے ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں اور کانوں سمیت گواہ بلوائے گا۔ ملاحظہ ہو آیات: سورۃ نبی اسرائیل: ۱۳-۱۴، سورہ یٰس: ۶۵، سورۃ النمل: ۲۰-۲۲، سورۃ النحل: ۹۳ اور سورۃ

الانبیاء:۲۳۔

لہذا ملزم کی طرف سے وضاحت کے بعد ہی عدالت اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ جو الفاظ ادا کیے گئے آیا وہ بدنام کرنے کے ارادہ سے تھے، بغض پر مبنی اور توہین آمیز تھے یا وہ معصومانہ انداز میں کہے گئے تھے۔

عبداللہ بن رفیعہ کی سند سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، الزبیر اور المقداد کو کہیں بھیجا اور فرمایا تم لوگ جاؤ یہاں تک کہ روضۃ خاخ پہنچو۔ وہاں تم ایک عورت کو پاؤ گے جس کے پاس ایک خط ہوگا اس عورت سے وہ خط لے آؤ۔ پس ہم روانہ ہوئے اور اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑایا یہاں تک کہ ہم الروضۃ پہنچ گئے۔ جہاں ہم نے اس عورت کو پالیا اور اسے کہا خط دے دو۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ پس اس نے خط نکالا۔ ہم خط کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے۔ اس خط میں حاطب بن ابی بلتعہ کا پیغام مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں نبی اکرم ﷺ کے کچھ ارادوں کی معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاطب یہ کیا ہے۔ حاطب نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں قریش کا قریبی آدمی رہا ہوں لیکن میں اس قبیلے کا نہ تھا۔ لیکن آپ کے اصحاب میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے رشتہ دار مکہ میں نہ ہوں جو ان کے اہل ومال کی حفاظت کرتے ہوں۔ میں نے چاہا کہ اس قوم پر میرا کچھ احسان ہوتا کہ میرے اہل ومال کی حفاظت کرتے ہوں۔ میں نے ایسا نہ تو عدم ایمان کی بنا پر کیا ہے اور نہ ہی منافقت یا کفر کی بنا پر۔ حضور ﷺ نے فرمایا حاطب نے تم سے سچ کہا ہے۔ (بخاری ج:۴ص:۱۵۴-۱۵۵ حدیث:۲۵۱)

حنفی فقیہہ علامہ محی الدین نے لکھا ہے کہ فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ توہین رسالت کے معاملہ میں حکمران یا جج کو فیصلہ سے پہلے ملزم کے عام رویہ اور صورتحال کا جائزہ لینا چاہیے (احکام المرتد۔ نعمان عبدالرزاق سمرائی ص:۱۰۹)

مشہور ہندوستانی عالم مولانا احمد رضاخان بریلوی نے اس مسئلہ میں کہا ہے کہ کفریہ الفاظ اور ان کا کفریہ الفاظ کو ادا کرکے کافر بن جانےوالے شخص کی حیثیتوں کے درمیان فرق ہے (تمہید امام ص:۵۹) وہ مزید لکھتے ہیں کہ آج کل لفظ "راعنا" کا استعمال توہین کے

زمرے میں نہیں آتا کیونکہ ان دنوں یہ نبی کی توہین کے حوالے سے نہیں بولاجاتا(ختم نبوت ص: ۱۷)

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبروں میں سے بعض پر اپنے انعامات زیادہ کیے لیکن اللہ تعالی نے اپنے تمام پیغمبروں کے مرتبہ میں کوئی امتیاز یا عدم مساوات قائم نہیں کی۔ تفصیل کیلئے مندرجہ ذیل آیات قرآنی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

بنی اسرائیل:۵۵، البقرہ:۱۳۶-۲۵۳-۲۸۵، آل عمران:۸۴، النساء ۱۵۰-۱۵۲۔

تمام علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مندرجہ بالا آیات قرآنیہ کی رو سے تمام پیغمبروں کا مقام ومرتبہ یکساں ہے۔ لہذا کسی ایک پیغمبر کی توہین پر ایک جیسی سزا یعنی موت دی جائے گی۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں ہماری یہ رائے ہے کہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C میں دی گئی "عمر قید" کی متبادل سزا قرآن وسنت میں دیئے گئے اسلامی احکام سے متصادم ہے لہذا "عمر قید" کے الفاظ اس دفعہ سے خارج کیئے جائیں۔

اس دفعہ میں ایک ذیلی دفعہ کا اضافہ کیاجائے جس میں دوسرے پیغمبروں کے بارے میں کہے گئے یا کیے گئے افعال ویسے ہی جرم قرار پائیں اور انہیں وہی سزا دی جائے جیسا کہ اوپر تجویز کیا گیا ہے۔

اس حکم کی ایک کاپی دستور پاکستان کے آرٹیکل (3)203-D کے تحت صدر پاکستان کو ارسال کی جائے گی تاکہ قانون میں ترمیم کے لئے اقدامات کیے جائیں تاکہ اس قانون کو اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے۔ اور اگر یہ ترمیم ۳۰-اپریل ۱۹۹۱ء تک نہیں کی جاتی تو پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C میں درج "یا عمر قید" کے الفاظ اس تاریخ سے غیر مؤثر ہوجائیں گے"(۶۴۰)(فیصلہ ختم)

پاکستان میں ۱۹۸۶ء میں پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۵- سی کے نفاذ کے بعد توہین رسالت کے جرم میں سزائے موت غالباً سب سے پہلے چک نمبر ۶ ۴ شمالی سرگودھا کے گل مسیح کو سنائی گئی۔ اس مقدمہ کا فیصلہ ایڈیشنل سیشن جج سرگودھا خان طالب حسین خان بلوچ نے نومبر ۱۹۹۲ء کو سنایا(۶۴۱)

گل مسیح نے لاہور ہائی کورٹ میں بری ہوجانے پر جرمنی میں سیاسی پناہ حاصل کرلی

تھی اور وہ وہیں مقیم ہے(٦۴۲)

فروری ۱۹۹۳ء میں ایڈیشنل سیشن جج بہاولپور فیض رسول سیال نے ملزم ارشد جاوید کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ اس کے علاوہ ملز کو تین سال قید بامشقت کی سزا بھی سنائی گئی۔ ملزم ارشد جاوید ولد عبدالستار چک نمبر ۱۳ ۔ بی سی نے ۱۴ ۔ فروری ۱۹۸۹ء کو اس وقت جب شاتم رسول سلمان رشدی کے خلاف جلوس نکالا جارہا تھا، ایس ای کالج چوک پر جلوس کے سامنے آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ سلمان رشدی نے جو کتاب لکھی ہے وہ درست ہے(٦۴۳)

سلامت مسیح اور رحمت مسیح کا مشہور مقدمہ

پاکستان میں 295-C کے تحت سب سے مشہور مقدمہ توہین رسالت کے دو ملزموں سلامت مسیح عمر ۱۴ سال اور اس کے چچا رحمت مسیح عمر ۴۴ سال کا ہے۔ ان دونوں ملزموں کا تعلق گوجرانوالہ سے تھا۔ ان ملزموں کو ایڈیشنل سیشن جج لاہور مجاہد حسین نے ۹/فروری ۱۹۹۵ء کو سزائے موت سنائی تھی۔ ۱۲/فروری ۱۹۹۵ء کو ملزموں کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کردی گئی۔ ہائی کورٹ میں اس مقدمے کی کاروائی کی کوریج کیلئے غیر ملکی ذرائع ابلاغ کی ٹیمیں لاہور پہنچ گئیں جن میں رائٹر، ڈبلیو ٹی این، بی بی سی، وائس آف امریکہ، وائس آف جرمنی اور دیگر بین الاقوامی اداروں کے نمائندے شامل تھے۔

ایڈیشنل سیشن جج لاہور نے جب ملزموں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو سزائے موت کا حکم سنایا تو سب سے پہلے برطانیہ نے اس فیصلے کے خلاف حکومت پاکستان سے احتجاج کیا۔ اس سلسلے میں پاکستانی ہائی کمشنر کو دفتر خارجہ لندن میں طلب کیا گیا جہاں دفتر خارجہ کے منسٹر ٹونی بلاری نے ان سے ملاقات کی اور تبادلہ خیالات کیا۔ اور عیسائیوں کو سزائے موت دیے جانے پر تشویش کا اظہار کیا۔ مسٹر ٹونی نے ہائی کمشنر کو بتایا کہ برطانیہ پاکستان کی عدلیہ کی کاروائی میں مداخلت نہیں کرسکتا مگر سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو سزائے موت دیے جانے پر گہری تشویش پائی جاتی ہے۔ انہوں نے پاکستان کی حکومت سے اپیل کی کہ دونوں افراد کی زندگیاں بچائی جائیں(٦۴۴)

سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو سزائے موت کے فیصلہ کے خلاف احتجاج کے طور پر پورے پاکستان میں مسیحی کمیونٹی نے ایک دن کا روزہ رکھا(۶۴۵)

لاہور ہائی کورٹ نے سلامت مسیح اور رحمت مسیح کی اپیل سماعت کیلئے منظور کر لی اور ۱۵ فروری ۱۹۹۵ء کی تاریخ باقاعدہ سماعت کیلئے مقرر کی۔ ہائی کورٹ لاہور کے جس ڈویژن بینچ نے اس اپیل کی سماعت کی وہ جسٹس چوہدری خورشید احمد اور جسٹس عارف اقبال بھٹی پر مشتمل تھا۔ ڈویژن بینچ نے ۲۳ فروری ۱۹۹۵ء بمطابق ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ کو اس مقدمے کی "آوٹ آف ٹرن" سماعت کر کے صرف نوروز کے اندر فیصلہ سنادیا اور ملزمان کو توہین رسالت کے الزامات سے بری کر دیا۔

"فاضل عدالت نے ۳۲ صفحات پر مشتمل فیصلہ جاری کرتے ہوئے قرار دیا کہ ہم اللہ کے فضل سے اللہ اور اس کے رسول کے سامنے سرخرو ہوں گے اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ اللہ ہمیں شاباش دے گا۔ ججوں نے کہا کہ ہم نے یہ فیصلہ اصولوں اور اپنے ضمیر کے مطابق دیا ہے اور ہم آج اور قیامت کے روز خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔

فاضل عدالت نے توہین رسالت پر مبنی دو چٹوں کو انتہائی قابل اعتراض اور اشتعال انگیز قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ چٹیں کسی تجربہ کار اور بڑی عمر کے آدمی نے لکھی ہیں۔ عدالت نے کہا کہ ہمارے ملک میں مختلف مذاہب اور فرقوں کے درمیان اشتعال اور فساد برپا کرنے کیلئے عناصر پھیلے ہوئے ہیں جن کی پکڑ بہت ضروری ہے۔ فاضل عدالت نے حکومت کو حکم دیا کہ اس واقعہ کی تحقیقات کرے اور ایسے شرپسند عناصر کا سدباب کرے اور شرارت کرنے والوں کو پکڑا جائے۔ فاضل عدالت نے دونوں ملزموں کو بری کر دیا۔ عدالت نے یہ فیصلہ انتہائی حفاظتی انتظامات میں کیا۔

عدالتی معاونت کیلئے بلائے گئے غلام باری سلیمی ایڈووکیٹ نے دلائل دیتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ اس کیس میں ایسی کوئی شہادت نہیں جس سے ملزموں کو سزائے موت دی جاسکے۔ استغاثہ کے گواہوں نے یہ نہیں بتایا کہ الفاظ کیا تھے مگر انہیں یہ تو بتانا چاہیے کہ جو الفاظ تھے وہ توہین رسالت کے زمرہ میں آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ زنا کی سزا اتنی سخت ہے کہ ملزم کو سنگسار کیا جائے مگر یہ جرم ثابت کرنے کیلئے شہادت بھی زیادہ سخت رکھی گئی ہے۔ زنا کا جرم ثابت کرنے کیلئے چار صاحب تقویٰ آدمی چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کیس

یں تینوں گواہو ملزموں نے دفعہ ۲۹۵ سی کا جرم کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملزموں سے عناد رکھنے والے گواہ کی شہادت پر انحصار نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے گواہ کیلئے صحیح لفظ "لوٹا" ہے جسٹس خورشید نے کہا کہ مدعی فضل حق نے سیشن عدالت میں کچھ نہیں کہا۔ پھر یہاں سے کیس واپس لے لیا میں دوبارہ پیروی شروع کردی۔ وکیل نے کہا کہ ایسے گواہ پر انحصار کرنا نہایت غلطی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سزائے موت کے کیس میں جھوٹے گواہوں کو نہیں بخشنا چاہیے۔ غلام باری سلیمی کے بعد مدعی فضل حق کے وکیل رشید مرتضے قریشی نے اپنے دلائل میں کہا کہ توہین رسالت کا پہلا کیس قرآن پاک میں درج ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملزموں نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا اس لئے ان کی سزائے موت برقرار رکھی جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات غلط ہے کہ توہین رسالت پر مبنی کاغذی تحریر ملزموں کی بجائے کسی اور نے لکھی۔ کوئی مسلمان ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ یہ تحریر مولوی فضل حق نے خود لکھی تو میں خود اسے پتھر مار مار کر ہلاک کردوں گا۔ رشید قریشی نے کہا کہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے یہ قسم کھا کر الیکشن جیتا کہ وہ برسراقتدار آکر قانون توہین رسالت (295-C) ختم کریں گی۔ یہ اسلامی ملک ہے۔ ہمیں غیر مسلم قوتوں کو ملک کمزور کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ وکیل نے کہا کہ وزیراعلی منظور وٹو نے اپنے بیان میں کہا کہ حکومت نے اس کیس کے مدعی پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔ وزیراعلی کو تردید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو چور کی داڑھی میں تنکے والا حساب ہے۔ وٹو یہ کہنے والے کون ہوتے ہیں کہ فضل حق جھوٹا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کیس میں بشپ الیگزنڈر جان ملک اور وفاقی وزیر جے سالک کو بھی تفتیش کیا جائے۔ جسٹس بھٹی نے استفسار کیا کہ گواہوں نے وہ الفاظ نہیں دہرائے جو توہین رسالت کے زمرہ میں آسکتے ہیں کیا اس صورت میں ملزموں کو سزا دی جاسکتی ہے۔ وکیل نے کہا کہ پولیس آج بھی "لینزوں" کے ذریعے دیوار پر لکھا پڑھ سکتی ہے۔ رشید مرتضے قریشی نے اس کیس میں بعض قوتوں کی سازشوں کا ذکر کرتے ہوئے قادیانیوں، بہائیوں، ذکریوں، آغاخانیوں، بھارت اور امریکہ وغیرہ کا حوالہ دیا تو ملزموں کی وکیل حنا جیلانی اور خود مدعی فضل حق کے دوسرے وکیل اسماعیل قریشی نے اعتراض کیا۔

فاضل عدالت نے رشید مرتضے قریشی کو ہدایت کی کہ وہ کیس سے متعلقہ بات کریں۔ رشید قریشی نے انتہائی جذباتی انداز میں اپنے دلائل ختم کردیے۔ ان کے بعد مدعی کے وکیل

اسماعیل قریشی نے دلائل دیتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ توہین رسالت کے جرم کی سزا صرف موت ہے۔ اسلامی دنیا کے بہت بڑے لیڈر امام خمینی نے رشدی، اس کی کتاب کے پرنٹر اور پبلیشر کو قتل کردینے کا فتویٰ دیا تھا۔ امام خمینی نے یہ نہیں کہا کہ عدالت سے رجوع کیا جائے بلکہ اپنے فتوی میں کہ مذکورہ افراد جہاں موجود ہوں وہاں قتل کردیئے جائیں۔ وکیل نے کہ کہ وقوعہ پر موجود شخص جج ہوتا ہے کہ وہ دیکھے کہ واقعی توہین رسالت ہوئی یا نہیں۔ توہین رسالت کے قانون کے مطابق وہ شخص اس جرم کی زد میں آتا ہے جو تحریری یا زبانی یا اشارتاً توہین رسالت کرے۔ اسماعیل قریشی نے کہا کہ ایڈووکیٹ جنرل نے بھی یہاں کہا کہ اگر وہ وقوعہ پر موجود ہوتے تو وہی کرتے جو ایک مسلمان کرسکتا تھا۔ اس وقت جسٹس خورشید نے بھی کہا تھا کہ وہ بھی ملزموں کو قتل کردیتے۔ اس موقع پر جسٹس خورشید نے واضح کیا کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے بلکہ کہا تھا کہ میں دو منٹ خاموش نہ رہتا اور کاروائی ضرور کرتا۔ وکیل نے کہا آپ کیا کاروائی کرتے۔ جسٹس خورشید نے کہا کہ وہی کاروائی جو ایک باشعور آدمی سے متوقع ہوتی ہے۔ جسٹس بھٹی نے وکیل سے کہا کہ اگر آپ ایسا وقوعہ دیکھیں گے تو گاؤں والوں کو اکٹھا کریں گے اور تھانے جائیں گے۔ اسماعیل قریشی نے اپنے دلائل جاری رکھتے ہوئے کہا کہ گواہوں نے توہین رسالت پر مبنی الفاظ صرف تقدس کی وجہ سے بیان نہیں کیے۔ جسٹس بھٹی نے کہا تقدس تو ائمہ کرام خلفائے راشدین یا مسجد کا بھی ہوسکتا ہے۔ گواہوں نے یہ نہیں کہ کہ حضور ﷺ کے تقدس کی وجہ سے انہوں نے الفاظ بیان نہیں کیے۔ وکیل نے کہا کہ یہ کیس ہی توہین رسالت کا ہے اس لئے تقدس الہی سے منسوب ہوگا۔ اس موقع پر جسٹس بھٹی نے نکتہ اٹھایا کہ مدعی فضل حق کی جانب سے اندراج مقدمہ کیلئے درخواست پیش کی گئی وہ مدعی کی کی تحریر معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی تحریر "فردِ مقبوضگی" کی دستاویز سے ملتی ہے جو پولیس اہلکار لکھتا ہے۔

ایڈووکیٹ جنرل پنجاب میاں عبدالستار نجم نے کہا کہ واقعی درخواست کی تحریر مدعی کی معلوم نہیں ہوتی مگر اس نے سیشن عدالت میں اپنے بیان میں کہا کہ یہ تحریر اسی کی ہے۔ جسٹس بھٹی نے وکیل سے استفسار کیا کہ ایک گواہ کے مطابق ایک ملزم دیوار پر لکھ رہا ہے جبکہ دوسرے گواہ کے مطابق تینوں ملزمان لکھ رہے تھے۔ وکیل نے کہا کہ یہ گواہوں کی اپنی "آبزرویشن" ہے۔ جسٹس بھٹی نے کہا کہ اگر مدعی ماتحت عدالت میں خود سارا بیان دے

دیتا تو کسی دوسرے گواہ پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جسٹس بھٹی نے کہا کہ ریکارڈ پر ایسی کوئی شہادت موجود نہیں کہ حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے بارے میں توہین ہوئی تو تعزیرات پاکستان میں علیحدہ دفعات موجود ہیں۔ وکیل نے کہا کہ ملزموں نے حضور ﷺ کی توہین کی۔ مدعی کی ملزموں سے کوئی دشمنی نہیں اور نہ جائیداد یا خاندان کا کوئی جھگڑا ہے۔ چوہدری صادق ایڈووکیٹ نے کہا کہ چٹوں پر وہی مواد ہے جو مسجد کی دیوار پر لکھا گیا۔ یہ توہین رسالت کے الفاظ ہیں۔ عدالتی معاون خواجہ سلطان احمد ایڈووکیٹ نے اپنے دلائل میں کہا کہ کیس میں شہادت ملزموں کو سزا دینے کیلئے کافی نہیں ہے۔ اس کیس میں پولیس، پبلک پراسی کیوٹر اور استغاثہ نے اپنے فرائض صحیح سرانجام نہیں دیئے۔ تفتیش کرنے والی ایجنسی کو ناموس رسالت کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ انہوں نے کہا کہ مدعی نے دیوار پر لکھا خود ہی مٹا دیا اور اسے پندرہ منٹ کیلئے بھی محفوظ نہیں رکھا کہ پولیس آ کر دیکھ لے۔ مگر دوسری طرف اس نے توہین رسالت پر مبنی چٹیں ایک سال تک سنبھالے رکھیں۔ وکیل نے کہا کہ میں اس قسم کے الفاظ پر مبنی تحریر اپنے گھر یا دفتر میں نہیں رکھ سکتا۔ انہوں نے کہا کہ یہ معلوم نہیں کہ چٹیں کس نے لکھیں اور کس نے پھینکیں۔ یہ بھی تفتیش نہیں کی گئی کہ کیا ملزمان لکھ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ وکیل نے کہا کہ میں ناموس رسالت پر اپنے بیوی بچے قربان کر سکتا ہوں مگر غلط الزام میں کسی کی جان نہیں لے سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مدعی فضل حق کی وجہ سے اس ملک کا ہر شخص پریشان ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک کوئی دستاویز عدالت میں حلفاً ثابت نہ کر دی جائے اسے درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تو گواہ جھوٹ بولتے ہیں۔ خواجہ سلطان احمد نے کہا کہ چٹوں پر لفظ "محمد" کے اوپر "ﷺ" لکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب ﷺ ہے۔ کوئی غیر مسلم یہ لفظ نہیں لکھ سکتا اور خصوصاً وہ جو تیسری جماعت تک پڑھا ہو۔ اس موقع پر فاضل عدالت نے ان چٹوں کا معائنہ کیا اور ایڈووکیٹ جنرل اور مدعی کے وکیل اسماعیل قریشی کو چٹیں دکھائیں۔ اسماعیل قریشی نے کہا کہ توہین رسالت پر مبنی تحریر کوئی مسلمان نہیں لکھ سکتا۔ خواجہ سلطان احمد نے کہا کہ ایسی حرکت کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ ایک فرقہ جو کبھی مسلمان تھا، حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ اس لئے آئین کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ خواجہ سلطان احمد نے اپنے دلائل جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ایک گواہ کے مطابق تینوں ملزمان دیوار پر لکھ رہے تھے۔

یہ الفاظ صرف پانچ یا چھ تھے کیا تینوں ملزموں نے یہ جملے اکٹھے لکھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں محتاط رہنا چاہیے کہ کسی بے گناہ کو پھانسی نہ لگے۔ خواجہ سلطان احمد نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے پیغمبر ہیں مگر ان کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ مختلف ہے۔ جب ہم عیسائی کے عقیدہ سے اتفاق نہیں کرتے تو کیا عیسائی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی۔ وکیل نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ تو یہ تھا کہ ایک خاتون جوان پر کوڑا پھینکتی تھی بیمار ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس خاتون کی تیمارداری کیلئے اس کے گھر گئے۔ کیا خاتون توہین رسالت نہیں کر رہی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ اور اس کے حق میں دعا کی کہ اللہ اسے معاف کر دے۔ دوران سماعت مسٹر جسٹس عارف اقبال بھٹی نے ریمارکس دیے کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے اور یہاں جمہوری اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہاں قانون کی حکمرانی ہے اور قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ ہم اپنا آئینی وقانونی فرض ادا کر رہے ہیں۔ جسٹس بھٹی نے کہا کہ اس کیس میں قومی اور بین الاقوامی پریس نے مثبت کردار ادا کیا ہے جس کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ایڈووکیٹ جنرل نے کہا کہ کسی کے جذبات پر دو شہریوں کو پھانسی نہیں لٹکانا چاہیے۔ عدالت ریکارڈ کی بنیاد پر فیصلہ کرے اور کسی گروپ کے احتجاج کی پروا نہ کرے۔ جسٹس خورشید نے کہا کہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ ہم قانون کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

فاضل عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ استغاثہ دونوں ملزموں کے خلاف کیس ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس لئے عدالت دونوں ملزموں کی اپیل منظور کرتی ہے اور انہیں توہین رسالت کے الزامات سے بری کرتی ہے۔ عدالت نے کہا کہ ملزمان فوری طور پر رہا کر دیئے جائیں اگر وہ کسی دوسرے مقدمہ میں مطلوب نہ ہوں۔ عدالت نے کہا کہ ملزموں کو سنائی جانے والی سزائے موت کی توثیق نہیں کی جاتی۔ عدالت نے کہا کہ اس کیس کا قابل اعتراض مواد سپریم کورٹ میں اپیل وغیرہ کا فیصلہ ہونے کے بعد ہوم سیکرٹری کے حکم پر ضائع کر دیا جائے۔ عدالت نے کہا کہ کلمہ طیبہ کا پوسٹر امام مسجد کو واپس کر دیا جائے۔ عدالت نے کہا کہ چٹیں انتہائی قابل اعتراض تحریروں پر مبنی ہیں اور عدالت یہ افسوس سے کہتی ہے کہ مدعی نے یہ چٹیں ایک سال تک اپنے پاس رکھیں۔ ان چٹوں کی تحریر کسی تجربہ کار آدمی کی ہے اور اصل مجرموں تک پہنچنے کیلئے تحقیقات کی ضرورت ہے۔

عدالت نے کہا کہ عدالت کے علم میں ہے کہ ملک دشمن عناصر مختلف فرقوں اور گروہوں کے درمیان نفرت پھیلانے میں مصروف ہیں۔ عدالت نے کہا کہ عدالت کو توقع ہے کہ حکومت اس معاملہ پر فوری توجہ دے گی اور اس سلسلہ میں ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔ عدلت نے کہا کہ اسلامی اصول قانون کے مطابق عدالت سے گواہی چھپانا گناہ ہے اور صرف واضح سچ کی بنیاد پر ہی فوجداری مقدمہ میں کسی کو سزا دی جاسکتی ہے۔ عدالت نے کہا کہ کسی گواہ کے ذہن یا دماغ میں دفن راز کو بنیاد بنا کر کسی بھی ملزم کو سزا نہیں دی جاسکتی ۔ عدالت نے کہا کہ اس کیس میں گواہوں کے بیانات میں شدید تضاد موجود ہے اور بعض جگہوں پر مضحکہ خیز باتیں کی گئیں ہیں۔ عدالت نے کہ مدعی مولوی فضل حق اپنے رویہ کی وجہ سے قابل اعتماد گواہ نہیں ہے۔ اس نے بروقت ایف آئی آر درج نہیں کروائی اور نہ ہی عدالت کے روبرو مکمل گواہی دی۔

عدالت نے کہا کہ مدعی کے وکیل رشید مرتضے قریشی نے قانونی نکات یا گواہوں کے بیانات کے حوالہ سے دلائل دینے کی بجائے لوگوں کے شدید مذہبی جذبات کے حوالہ سے گفتگو کی جبکہ اس بات سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ توہین رسالت ایک سنگین جرم ہے۔ اور اس کے مرتکب شخص کو فوری طور پر سخت ترین سزا دینی چاہیے ۔ فاضل عدالت نے کیس میں پیش ہونے والے وکلاء عاصمہ جہانگیر ، اسماعیل قریشی ، ایس ایم ظفر ، اعجاز حسین بٹالوی، عابد حسن منٹو، خواجہ سلطان احمد ، میاں دلاور محمود ، حنیف کھٹانہ ، رفیق احمد باجودہ ، غلام باری سلیمی ایڈووکیٹ اور ایڈووکیٹ جنرل پنجاب میاں عبدالستار نجم کی قانونی معاونت کو سراہا"(٦۴٦)

توہین رسالت کے مقدمہ میں ہائی کورٹ سے بری ہونے والے ان دونوں پاکستانی مسیحیوں سلامت مسیح اور اس کے چچا رحمت مسیح کو فوری طور پر بیرون ملک بھیجنے کیلئے سرکاری پاسپورٹ جاری کئے گئے ۔ ان پاسپورٹوں پر اسلام آباد میں جرمن سفارت خانے سے ویزے لگوائے گئے اور دونوں مسیحیوں کو سخت حفاظتی انتظامات میں لاہور سے اسلام آباد ایئر پورٹ لاکر سرکاری پاسپورٹ ، گرم کپڑے ، لیدر کے کوٹ تین صندوقوں میں بند کرکے دیئے گئے۔ ان دونوں کو دس دس ہزار ڈالر بھی حکومت پاکستان نے فراہم کیے تاکہ وہ بیرون ملک ابتدائی طور پر کسی مالی مشکل کا شکار نہ ہوسکیں(٦۴٧) رحمت مسیح اور سلامت

مسیح ایک چرچ گروپ کی دعوت پر جرمنی پہنچ گئے۔ جرمنی کی وزارت خارجہ کی خاتون ترجمان نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ پاکستان میں جرمنی کے سفارت خانے کی جانب سے دونوں کو ٹورسٹ ویزے جاری کیے گئے تھے۔ اور انہیں جرمنی میں پناہ دے دی گئی ہے۔ خاتون ترجمان نے چرچ کی تنظیم کا نام بتانے سے انکار کیا۔ خاتون ترجمان نے یہ بھی کہا کہ جرمنی کی حکومت نے یورپی یونین کے ذریعے دونوں کی رہائی کے ضمن میں سخت کوششیں کی تھیں تاہم وہ یہ نہیں کہہ سکتیں کہ دونوں مسیحیوں کو چانسلر کوہل کی حکومت نے جرمنی مدعو کیا ہے۔ جرمنی کے قانون کے تحت دونوں اب سیاسی پناہ کی درخواست کرسکتے ہیں۔(٦۴٨) اس سے قبل ڈنمارک کے وزیرخارجہ نے بھی ازخود یہ پیشکش کی تھی کہ ڈنمارک رحمت مسیح اور سلامت مسیح دونوں کو پناہ دینے کو تیار ہے۔ اور ان کا کرایہ ادا کرنے کو بھی تیار ہے(٦۴٩)

خواتین کیلئے سزائے موت ختم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وفاقی کابینہ کا ایک اجلاس مورخہ ١٠ جون ١٩٩٦ء کو وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی صدارت میں ہوا۔ جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جن سنگین مقدمات میں خواتین کو سزائے موت دی جاسکتی ہے اب انہیں سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا دی جاسکے گی۔ کابینہ نے اس سلسلے میں مسودہ قانون کی منظوری دے دی ہے۔ اجلاس کے بعد وزیراطلاعات و نشریات خالداحمدخان کھرل نے بتایا کہ خواتین دہشت گردی یا معصوم شہریوں کے سفاکانہ قتل کی وارداتوں میں بہت کم ملوث پائی جاتی ہیں۔ لہذا ان کیلئے سزائے موت ختم کردی گئی ہے۔ اس اقدام سے معاشرہ پر خوشگوار اثر پڑے گا(٦۵٠)

وفاقی کابینہ کا یہ فیصلہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ C-295 پر بھی اثرانداز ہوگا۔ توہین رسالت کی مجرمہ عورت کو سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔ ٣٠ اپریل ١٩٩١ء سے قبل دفعہ ٢٩۵۔سی میں توہین رسالت کے مجرم کیلئے سزائے موت یا عمر قید کی سزا درج تھی۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ مورخہ

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کی رو سے دفعہ ۲۹۵۔سی کے الفاظ "یا عمر قید" کو ختم کردیا تھا۔ اس فیصلہ سے قبل توہین رسالت کے مجرم کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، سزائے موت یا عمر قید کی سزا دی جاسکتی تھی۔ بعد میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء سے توہین رسالت کے مجرم مرد یا عورت دونوں کیلئے صرف موت کی سزا باقی رہی اور عمر قید کی سزا غیر مؤثر ہوگئی۔ لیکن وفاقی کابینہ نے اپنے اجلاس مورخہ ۱۰ جون ۱۹۹۶ء میں فیصلہ کیا کہ ان تمام مقدمات میں جن میں عورتوں کو موت کی سزا دی جاسکتی ہے، اب انہیں عمر قید کی سزا دی جاسکے گی۔ وفاقی کابینہ کا یہ فیصلہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے خلاف ہے۔ وفاقی کابینہ کا یہ فیصلہ اسلام کے قانون قصاص کے بھی خلاف ہے جو جان کے بدلے میں جان کا حکم دیتا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد اب یہ خدشہ بڑھ گیا ہے کہ سنگین جرائم کے ارتکاب کیلئے مردوں کی بجائے عورتوں کو استعمال کیا جائے گا۔ یہ اصول ہے کہ سزا کی بنیاد جرم ہوتا ہے نہ کہ جنس۔ جس شخص نے جو جرم کیا ہو اسے اس جرم کی سزا ملے گی۔ مجرم کو سزا دینے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس نے کیا جرم کیا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ مجرم مرد ہے یا عورت کہ اگر مرد ہے تو اسے یہ سزا دی جائے اور اگر وہ عورت ہے تو اسے یہ سزا دی جائے اور جرم کو مد نظر نہ رکھا جائے۔ اسلام جرم کے لحاظ سے مجرموں کو سزا دینے میں جنسی امتیاز کا قائل نہیں ہے۔ پاکستان کے موجودہ دور حکومت میں عورتوں کی "آزادی" اور ان کے "حقوق" کا بڑا چرچا ہے۔ چند خواتین تنظیمیں عورتوں سے امتیازی سلوک کے خلاف آواز اٹھاتی رہتی ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ ہے کہ معاشرے میں ترقی کیلئے عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کا موقع دیا جائے اور مردوں اور عورتوں میں کسی قسم کا امتیاز اور تفریق روا نہ رکھی جائے۔ وفاقی کابینہ کا حالیہ فیصلہ مرد اور عورت کے درمیان تفریق پیدا کرتا ہے۔ اس فیصلہ نے عورتوں کو مردوں کے برابر قرار نہیں دیا۔ مغربی تہذیب سے متاثرہ خواتین تنظیمیں جو پاکستانی عورتوں سے امتیازی سلوک کے خلاف "جدوجہد" کر رہی ہیں۔ انہیں کابینہ کے اس فیصلہ پر تشویش کا فوری اظہار کرنا چاہیے،

کیونکہ اس فیصلہ نے جرم وسزا کے اعتبار سے عورتوں کو مردوں کے برابر قرار نہیں دیا۔ وفاقی کابینہ نے شاید یہ سوچا ہو کہ اس فیصلہ سے خوتین کی آزادی اور ان کے حقوق کے معاملہ میں پاکستان اور پاکستانی عورت کا وقار بلند ہوگا اور مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ مسلمانوں کے دشمن کبھی مسلمانوں سے خوش نہیں ہوسکتے۔ کیا ہم انہیں خوش کرنے کیلئے اپنے دین کے احکام کو تبدیل کردیں گے۔ ایسے فیصلوں سے بیرونی دنیا میں پاکستانی عورت کا نہیں بلکہ پاکستانی مجرم عورت کا "وقار" بلند ہوگا۔

وفاقی کابینہ کے اجلاس میں منظور ہونے والا مسودۂ قانون اب پارلیمنٹ میں منظوری کیلئے پیش کیا جائے گا۔

وفاقی کابینہ کو اپنے اس فیصلہ پر نظرثانی کرنی چاہیے تاکہ مرد وعورت کی جنس کے امتیاز کے بغیر جرم کی بنیاد پر مجرم کو سزا دینے کا اصول قائم رہے۔ اسلام کے قانون قصاص کی مخالفت نہ ہو اور توہین رسالت کے مجرم خواہ وہ مرد ہو یا عورت اسے سزائے موت دینے کا قانون بھی متاثر نہ ہو۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس بات کا ذکر ہوچکا ہے کہ اسلام میں دیگرانبیاء کی توہین کی سزا بھی موت ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں بھی حکومت پاکستان کو یہ تجویز کیا ہے کہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C میں ایک ذیلی دفعہ کا اضافہ کیا جائے جس میں دیگر انبیاء کی توہین پر بھی سزائے موت مقرر ہو۔ وفاقی کابینہ اور پارلیمنٹ کو چاہیے کہ وہ اس ضمن میں قانون سازی کرکے قانون توہین رسالت میں پائے جانے والے اس سقم کو دور کریں تاکہ دیگر انبیاء کی توہین کرنے والے مجرم کیلئے بھی موت کی سزا نافذ ہو۔

حوالہ جات

٥٨٧- ہفت روزہ تکبیر کراچی 8-3-1989

٥٨٨- روزنامہ نوائے وقت لاہور 29-12-1993

٥٨٩- روزنامہ جسارت کراچی 14-12-1993

٥٩٠- روزنامہ خبریں 25-11-1993

٥٩١- Daily " The Nation " Lahore 13-12-1994

٥٩٢- اپریل 1996

٥٩٣- Daily " Dawn" Karachi 22-7-1994

٥٩٤- روزنامہ جسارت کراچی 17-07-1994

٥٩٥- Daily "The Nation " Lahore 28-11-1994

٥٩٦- روزنامہ نوائے وقت لاہور 17-8-1994

٥٩٧- روزنامہ نوائے وقت لاہور 28-01-1995

٥٩٨- روزنامہ جسارت کراچی 17-12-1994

٥٩٩- روزنامہ جنگ لاہور 20-10-1986

٦٠٠- روزنامہ جسارت کراچی 22-12-1991

٦٠١- روزنامہ نوائے وقت لاہور 22-04-1992

٦٠٢- روزنامہ نوائے وقت لاہور 22-07-1995

٦١٣- The Pakistan penal xode XLV of 1860 by Mohammad Mazher Hussain Niazi A PLD Church road Lahore 1981,page 1.

٦١٤- PPC Section 295

٦١٥- PPC Sectopm 295 - A

٦١٦- PPC Page 271,PLD 1960 Lahore 635

٦١٧- ظفر اقبال نگینہ، غازی علم دین شہید ص: ٤٢

٦١٨- PLD 1960 Lahore 635

٦١٩- PPC Page 27

٦٢٠- AIR 1927 All 654

٦٢١- PPC Page 271

٦٢٢- ظفر اقبال نگینہ، غازی علم دین شہید ص: ٤٢

٦٢٣- حوالہ بالا صفحات ٣٠، ٣١، ٣٢، ٤٢، ٤٤، ٥٥ اور ٥٨

٦٢٤- Shib Sharma V.Emperor AIR 1941 Quth 310

LLoyd,Lord, Introduction to Jurisprudence, London Stevens and Sons 1979 4th Ed. Page 815 -۶۲۵

حوالہ بالا Page 821 -۶۲۶

Cross,Rupert, Precedent in English Law, Clarendon Press Oxford 1979. 3rd Ed. Page 29 -۶۲۷

PLD 1954 Lahore 724 -۶۲۸

PLD 1960 (W.P)Lahore 629 -۶۲۹

PLD 1962 Dacea 487 -۶۳۰

PLD 1962 Lahore 850 -۶۳۱

PLD 1978 Lahore 1082 -۶۳۲

PPC Section 298 - A-۶۳۳

PPC Section 295 - B-۶۳۴

1991 SCMR 1734 -۶۳۵

PLD 1988 Karachi 305 -۶۳۶

PPC Section 298 - B-۶۳۷

PPC Section 295 - C-۶۳۸

PLJ 1989 C,R.C.Karachi 314 -۶۳۹

PLD 1991 Federal Shariat Court 10 -۶۴۰

روزنامہ نوائے وقت لاہور 03-11-1992 -۶۴۱

ایضاً 26-02-1995 -۶۴۲

روزنامہ جسارت کراچی 10-02-1993 -۶۴۳

روزنامہ نوائے وقت لاہور 14-02-1995 -۶۴۴

نقیب لاہور یکم مارچ ۱۹۹۵ ص:۱۶ -۶۴۵

روزنامہ نوائے وقت لاہور 24-02-1995 -۶۴۶

ایضاً 02-03-1995 -۶۴۷

ایضاً 01-03-1995 -۶۴۸

ایضاً 28-02-1995 -۶۴۹

ایضاً 11-06-1996 -۶۵۰